ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
12
www.tanzeem.org
12 تا18 جمادی الثانی 1437ھ/ 22 تا28 مارچ 2016ء

شریعت کو کیسے مسلمان درکار ہیں؟

یہ شریعت بزدلوں اور نامردوں کے لیے نہیں اتری ہے، نفس کے بندوں اور دنیا کے غلاموں کے لیے نہیں اتری ہے، ہوا کے رُخ پر اڑنے والے خس و شاک، اور پانی کے بہاؤ پر بہنے والے حشرات الارض اور ہر رنگ میں رنگ جانے والے بے رنگوں کے لیے نہیں اتری ہے۔ یہ ان بہادر شیروں کے لیے اتری ہے جو ہوا کا رُخ بدل دینے کا عزم رکھتے ہوں، جو دریا کی روانی سے لڑنے اور اس کے بہاؤ کو پھیر دینے کی ہمت رکھتے ہوں، جو صبغۃ اللہ کو دنیا کے ہر رنگ سے زیادہ محبوب رکھتے ہوں اور اسی رنگ میں تمام دنیا کو رنگ دینے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ مسلمان جس کا نام ہے وہ دریا کے بہاؤ پر بہنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی آفرینش کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ زندگی کے دریا کو اس راستہ پر رواں کر دے جو اس کے ایمان واعتقاد میں راہ راست ہے، صراطِ مستقیم ہے۔ اگر دریا نے اپنا رُخ اس راستہ سے پھیر دیا ہے تو اسلام کے دعوے میں وہ شخص جھوٹا ہے جو اس بدلے ہوئے رُخ پر بہنے کے لیے راضی ہو جائے۔ حقیقت میں جو سچا مسلمان ہے، وہ اس غلط رو دریا کی رفتار سے لڑے گا، اس کا رُخ پھیرنے کی کوشش میں اپنی پوری قوت صرف کر دے گا، کامیابی اور ناکامی کی اس کو قطعاً پروانہ ہوگی، وہ ہر اس نقصان کو گوارا کرے گا جو اس لڑائی میں پہنچے یا پہنچ سکتا ہو، حتیٰ کہ اگر دریا کی روانی سے لڑتے لڑتے اس کے بازو ٹوٹ جائیں اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جائیں، اور پانی کی موجیں اس کو نیم جاں کر کے کسی کنارے پر پھینک دیں، تب بھی اس کی روح ہرگز شکست نہ کھائے گی۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی

اس شمارے میں

حکمرانوں کا لبرل ازم اور دینی جماعتیں

وقوعِ قیامت کے دلائل

مجرمانہ خامشی

سلام، فضیلت و آداب

بڑھتا ہوا قرضوں کا بوجھ......

شہباز تاثیر کی رہائی: اصل قصہ کیا ہے؟

پاکستان کا شکوہ

پاکستانی ایک ملت ہیں یا قوم؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (698)

اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃ بَنِی اِسْرَاءِ یل — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیات:108تا 110

وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (۱۰۸) وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ
وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا (۱۰۹) قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ج وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا (۱۱۰)

آیت ۱۰۸ ﴿وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (۱۰۸)﴾ ’’اور وہ کہتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا رب‘ یقیناً ہمارے رب کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔‘‘

جب قرآن کہہ رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ علمائے یہود میں لازماً کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اس طرح کے خیالات کے حامل ہوں گے۔ ہجرت سے قبل رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں اطلاعات تو یہود مدینہ کو ملتی رہتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی قرآن کی کچھ آیات بھی ان تک ضرور پہنچ چکی ہوں گی۔ اس پس منظر میں ہوسکتا ہے کہ ان کے بعض اہل علم نہ صرف قرآن کو پہچان کر اللہ کے حضور سجدوں میں گرے ہوں بلکہ اُن کی زبانوں پر بے اختیار یہ الفاظ بھی آ گئے ہوں کہ اللہ نے جو آخری نبی بھیجنے کا وعدہ کر رکھا تھا وہ تو آخر پورا ہونا ہی تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی طرف اشارہ ہے جو بائبل کی کتاب استثناء کے اٹھارہویں باب کی آیت ۱۸ اور ۱۹ میں ان الفاظ میں آج بھی موجود ہے کہ اے موسیٰؑ میں ان کے بھائیوں (بنی اسرائیل کے بھائی یعنی بنو اسماعیل) میں تیری مانند ایک نبی اٹھاؤں گا اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا اور وہ لوگوں سے وہی کچھ کہے گا جو میں اسے بتاؤں گا۔

آیت ۱۰۹ ﴿وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا (۱۰۹)﴾ ’’اور وہ گر پڑتے ہیں اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے اور یہ (قرآن) اضافہ کرتا ہے ان کے خشوع میں۔‘‘

اب وہ دو آخری آیات آ رہی ہیں جن کے متعلق آغاز میں بتایا گیا تھا کہ وہ معرفتِ خداوندی اور توحیدِ ربانی کے عظیم خزانے ہیں۔ اس کے بعد سورۃ الکہف کے آخر میں بھی دو آیات آئیں گی جو ان آیات کی طرح بہت عظیم ہیں۔

آیت ۱۱۰ ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط﴾ ’’آپؐ کہہ دیجیے کہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر۔‘‘

﴿اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ج﴾ ’’جس نام سے بھی تم پکارو سب اچھے نام اسی کے ہیں۔‘‘

ہر خیر‘ ہر خوبی‘ ہر بھلائی‘ ہر حسن‘ ہر کمال‘ ہر جمال جس کا تم تصور کر سکتے ہو‘ وہ بہ تمام و کمال اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہے۔

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا (۱۱۰)﴾ ’’اور مت بلند کرو آواز اپنی نماز میں اور نہ ہی بہت پست رکھو اس میں‘ بلکہ اس کے بین بین روش اختیار کرو۔‘‘

تمہاری نمازیں اور دعائیں نہ تو بہت زیادہ جہری ہوں نہ بالکل ہی سری‘ بلکہ ان کے بین بین کی راہ اختیار کرو۔

فرمان نبویؐ

اللہ کے خوف سے رونا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ((مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ثُمَّ تُصِیْبُ شَیْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ))

(سنن ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’جس مسلمان بندے کی آنکھ سے اللہ کے ڈر سے آنسو نکلیں اگرچہ مکھی کے سر کے برابر ہوں پھر وہ بہیں، اس کے منہ پر تو اللہ تعالیٰ اس (کے جسم) کو حرام کر دے گا دوزخ پر۔‘‘

تشریح: آج مسلمانوں کی ہر سطح پر پستی، زوال اور انحطاط کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ان کے دلوں سے خوف خدا جاتا رہا۔ گناہوں کی کثرت نے دلوں کو پتھر کی طرح سخت اور خدا ناشناسی پر مبنی علوم نے دلوں کو سیاہ کر دیا۔ عبدالاعلیٰ تیمیؒ کا مقولہ ہے: ’’جس شخص کو ایسا علم ملا ہو جو اس کو رلاتا نہیں تو سمجھ لو کہ اس کو علم نافع نہیں ملا۔‘‘

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیمِ اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

12 تا 18 جمادی الثانی 1437ھ جلد 25
22 تا 28 مارچ 2016ء شمارہ 12

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکمرانوں کا لبرل ازم اور دینی جماعتیں

تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر کے مسلمان کا اسلام سے جذباتی تعلق زیادہ اور عملی تعلق کم ہے۔ بات کا آغاز کرنے سے پہلے ہی یہ واضح کرنا لازم ہے کہ ہمارے نزدیک اگرچہ مسلمان کا اسلام سے تعلق جذباتی بھی ہونا چاہیے، لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں جگہ جگہ ایمان کو عمل سے جوڑا ہے۔ گویا ایمان کے بعد عمل ہی اہم بھی ہے اور فیصلہ کن بھی۔ بہر حال یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ تقسیم ہند اور قیام پاکستان میں مذہبی جذبات نے فیصلہ کن رول ادا کیا تھا لیکن مسلمانانِ پاکستان اس حقیقت کو نہ سمجھ سکے کہ کسی عمارت کی تعمیر کے لیے سنگ بنیاد رکھنے کے لیے تو جذبات کی ضرورت بھی ہوگی اور قوت بھی درکار ہو گی۔ لیکن مضبوط، مستحکم اور دیرپا عمارت کی تعمیر کے لیے عمل کی ضرورت ہے۔ ایسے عمل کی جس میں تسلسل بھی ہو اور خلوص بھی۔ بدقسمتی سے ہم نے قیام پاکستان کو منزل کے لیے زینہ سمجھنے کی بجائے اِسے ہی منزل سمجھ لیا۔

1949ء میں یعنی قیام پاکستان کے ڈیڑھ سال بعد قراردادِ مقاصد کی صورت میں سفر کے لیے سمت کا تعین تو ہوگیا، لیکن یہ محض کاغذی کارروائی ہی رہی اور ایک قدم بھی منزل کی جانب بڑھایا نہ جاسکا جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ قوم کی گاڑی کو ریورس گیر لگنا شروع ہوگیا۔ یہ پس قدمی ہمیں روز بروز منزل سے دور کرتی چلی گئی جو مملکت لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگا کر حاصل کی گئی تھی، وہ محمد الرسول اللہ کے ہدف کی طرف بڑھنے کی بجائے متاع دنیا میں کھوگئی۔ جسے ہادی اعظمؐ نے اپنی امت کے لیے انتہائی خطرناک قرار دیا تھا۔ پاکستانیوں کی اکثریت پر دھن کی دُھن سوار ہوگئی۔ دین سے عملی تعلق کم سے کم تر ہوتا چلا گیا۔ ایک طبقہ جو بائیسکل سے لینڈ کروزر میں منتقل ہوگیا تھا اُس نے اپنے ضمیر کو تھپکی دینے کے لیے شاندار مساجد تعمیر کرائیں، وہاں قالین بچھائے اور ائیر کنڈیشنڈ لگوائے، دینی مدارس قائم کیے۔ پھر یہ کہ سعودی عرب اور امارت وغیرہ میں سیال سونے کی دریافت نے وہاں کی دنیا بدل دی تھی۔ یہ دولت کچھ نہ کچھ پاکستان کی طرف بھی بہادی گئی جس سے متوسط طبقہ نے تقویت حاصل کی۔ مذہبی عناصر کو بھی اس سے فائدہ ہوا۔ دینی مدارس نے بھی قوت حاصل کی اور مسالک کی بنیاد پر قائم انتہائی کمزور جماعتیں وسائل کی بہتات سے مضبوط ہوئیں۔ تو اُنہوں نے علامہ کے ایک شعر کے اس مصرعہ کو ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی'' کو بنیاد بنا کر اقتدار کا حصول دین کا اوّلین تقاضا قرار دے دیا۔ جماعت اسلامی کو ایک استثنائی حیثیت حاصل تھی۔ وہ قبل از تقسیم ایک نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی اور مسلکی تقسیم سے بالاتر تھی۔ اُس نے شروع میں امیدواری کو حرام قرار دیا، لیکن بعدازاں کان کو الٹے ہاتھ سے پکڑنے کے فارمولے کو استعمال کرتے ہوئے پوری طرح انتخابی میدان میں کود گئی۔ ان مذہبی سیاسی جماعتوں نے ہر حکمران کو اپنا حریف بنا لیا۔ اعلانیہ اور غیر اعلانیہ مطالبہ یہ تھا کہ تم ایوانِ اقتدار سے نکلو ہم آئیں گے۔ کیونکہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اور اسلام کے اجارہ دار تو ہم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر سیاسی مذہبی جماعت میں اقتدار کی خواہش اتنی شدید تھی کہ وہ کسی دوسری مذہبی جماعت کو بھی اس میں حصہ دار بنانے کو تیار نہ تھی، اسی وجہ سے مذہبی جماعتوں کا باہمی سر پھٹول بھی رہا۔ لہٰذا وہ انتخابات میں دوسری جماعتوں سے بُری طرح پٹتے رہے۔ اس ساری صورت حال کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ مساجد اور مدارس کی بہتات سے قرآن وحدیث کی تعلیم میں بڑی وسعت آئی۔ بدقسمتی سے عمومی طور پر تو اس سے فائدہ نہ اٹھایا گیا اور امانت و دیانت، راست بازی اور حق گوئی جیسی صفات معاشرے میں پھیلی ہوئی مادہ پرستی تلے دبی رہی۔ ہوس زر نے پاکستانیوں کی روحانی قوت کو جس طرح دبوچا ہوا تھا اس سے بہت کم لوگوں میں مذکورہ صفات پیدا ہوسکیں۔ لیکن اتنا ضرور ہوا کہ واعظین نے منبر ومحراب سے عام مسلمان کے مذہبی جذبات کو مہمیز لگادی۔ نبی اکرم ﷺ کی پاک ذات سے محبت تو یقیناً مسلمان کے اندر ودیعت کی گئی ہے لہٰذا وہ بھی جسے ہم نان پریکٹسنگ مسلمان کہتے ہیں، وہ بھی آپؐ کی محبت میں سرشار ہوکر کٹ مرنے کو تیار ہوجاتا ہے۔ مذہب سے اس جذباتی لگاؤ کے نتیجہ میں پاکستان میں عوامی سطح پر کئی تحریکیں برپا ہوئیں۔ پہلی تحریک قادیانیوں کے خلاف چلی۔ اس تحریک کے محرکین بھی مخلص تھے اور عوام نے بھی سردھڑ کی بازی لگادی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک سیکولر سوچ کے حامل حکمران ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں وقت کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا۔ گویا مرزا غلام احمد کے جھوٹے دعویٰ نبوت پر ایک پارلیمنٹ نے بھی مہر تصدیق ثبت کردی۔

ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف 1977ء میں انتخابات میں دھاندلی کے الزام میں تحریک چلی، یہ تحریک جلد ہی ناکامی سے دوچار ہوا چاہتی تھی (تحریک کے آغاز میں صرف دھاندلی کا ذکر تھا) کہ اس تحریک کو نظام مصطفیٰ کا لیبل لگا کر عوام کو استعمال کیا گیا۔ نظام مصطفیٰ کے نام پر عوام نے بے مثال قربانیاں دیں۔ اس تحریک سے بھٹو جو کرسی کی مضبوطی کا دعویٰ کرتا تھا، اُسے تو اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑے، لیکن نظام مصطفیٰ نہ آسکا۔ ہماری رائے میں اس لیے کہ محرکین اصلاً بھٹو سے نجات چاہتے تھے، نظام مصطفیٰ اُن کی اصل ترجیح نہ تھی۔ اس کو نظام مصطفیٰ کا عنوان اپنا سیاسی مقصد حاصل کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔ امریکہ اور یورپ کے لیے پاکستان میں رائج قانون 295-C بڑا تکلیف دہ تھا۔ زرداری دور میں اس قانون میں ایسی ترمیم کی کوشش کی گئی جس سے قانون بے اثر ہوجائے۔ مذہبی جماعتوں نے زبردست تحریک چلائی کہ زرداری حکومت کو اپنے امریکی اور یورپی آقاؤں کو کورا جواب دینا پڑا۔ اِن تمام تحاریک میں عوام کی آپؐ سے محبت اور عشق کو استعمال کیا گیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ 1977ء کی اینٹی بھٹو تحریک کے سوا یہ استعمال درست تھا اور فائدہ مند بھی ثابت ہوا۔

آج جبکہ پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے اور حکمرانوں کی بعض حماقتوں کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو چکا ہے، امریکہ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے شریف فیملی جو مرکز اور پنجاب جیسے بڑے اور اہم ترین صوبہ میں بلا شرکت غیرے حکمران ہے، اُس کے ذریعے پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پر کاری اور فیصلہ کن ضرب لگانا چاہتا ہے۔ شریف فیملی لبرل ازم کو پاکستان کی بنیاد قرار دے چکی ہے۔ پاکستان کو ایک پروگریسو ملک بنانے کا اعلان کرچکی ہے۔ (پروگریسو ایک اشتراکی اصطلاح ہے جس میں مذہب بےزاری پنہاں ہے) شریف فیملی صوبہ پنجاب میں تحفظ نسواں کا بل پنجاب اسمبلی سے پاس کروا کر اُسے قانون کا درجہ دے چکی ہے۔ یہ ایسا قانون ہے جس کے بارے میں پاکستان بھر کے علماء کرام کی مشترکہ رائے ہے کہ یہ خلاف قرآن وسنت ہے۔ اس سے پاکستان کا معاشرتی ڈھانچہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ یہ مرد و زن کی باہمی رفاقت اور پیار ومحبت کا رشتہ ختم کرکے انہیں ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کردے گا۔ اس پر پچیس دینی جماعتوں نے مشترکہ طور پر اعلان کیا ہے کہ وہ 27 مارچ تک قانون واپس نہ لینے کی صورت میں حکومت کے خلاف تحریک چلائیں گے۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ اس پس منظر میں اور آج کی صورت حال میں دینی جماعتیں کسی ایسی حکومت کے خلاف نتیجہ خیز تحریک برپا کرسکیں گی جس کی پشت پر امریکہ پوری قوت سے کھڑا ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنے عملی اقدام سے امریکی ایجنڈے کو پورے خلوص کے ساتھ آگے بڑھا رہی ہے۔ اس سوال کا ہم خود یہ جواب دینا چاہیں گے کہ اگرچہ عوام مذہبی جماعتوں کے سابقہ ریکارڈ، اُن کے طرز عمل اور نظریاتی سیاست کو پامال کرنے کے حوالہ سے سخت مایوس ہیں۔ اس کے باوجود اگر دینی جماعتیں ہرچہ بادا باد کہہ کر، ذاتی اور جماعتی مفادات کو تج کرکے کسی جزوی ایشو پر نہیں بلکہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی اور نفاذ شریعت کے لیے مخلص ہوکر بھرپور تحریک چلائیں تو عوام ایک بار پھر اُن کا ساتھ دیں گے۔ اور امریکی ایجنڈے کے راستے میں پہاڑ بن کر حائل ہوجائیں گے۔ مذہبی جماعتوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ موجودہ حکمران نوٹ بکھیرنا اور ووٹ جمع کرنے کا آرٹ جانتے ہیں۔ پھر یہ کہ امریکہ اور یورپ ہی نہیں بھارت بھی اُن کی پشت پر موجود ہے۔ لہٰذا دینی جماعتوں کو زبردست امتحان اور آزمائش کا سامنا ہے۔ اس موقع پر اگر یہ جماعتیں چُوک گئیں تو لبرل ازم اور سیکولر ازم پاکستان کا مقدر ہوں گے۔ آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ دینی جماعتوں کو صرف شریعت کے نفاذ کے لیے جدوجہد نہیں کرنا ہوگی بلکہ مسلمانانِ پاکستان کو حقیقی اور عملی مسلمان بنانے کے لیے خود اُس کی مثال بننا ہوگا۔ جذبہ اور عمل باہم کارفرما ہوگئے تو دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بننے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

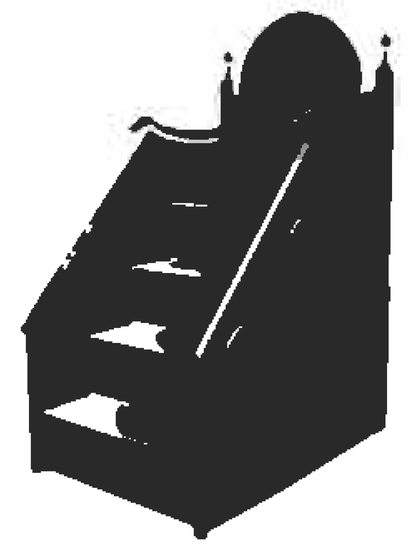

وقوعِ قیامت کے دلائل!

(سورۃ القیامہ کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے 4 مارچ 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

تذکیر بالقرآن کے ضمن میں آج سورۃ القیامہ ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس سورۃ کا عنوان ''القیامہ'' ہے اور یہ قرآن مجید کی ان چند سورتوں میں سے ایک ہے کہ جس کا عنوان اس کے موضوع کے مطابق ہے اور یہ سورت اول تا آخر قیامت ہی کے بیان پر مشتمل ہے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ آخرت اور قیامت قرآن مجید کے اہم ترین موضوعات میں سے ایک ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی کوئی بھی سورت اس سے خالی نہیں ہے۔

سورۃ القیامہ کی ابتدائی آیت میں فرمایا:

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ①﴾

''نہیں! میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔''

عربی زبان کا ایک خاص اسلوب ہے کہ کوئی تصور لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہو تو اس کی نفی کر کے پھر بات کی جائے۔ چنانچہ یہاں بھی حرف نفی لا کر اہل عرب کے تصورات کی نفی کی گئی اور انہیں باور کرایا گیا کہ قیامت کے حوالے سے تمہارے خیالات اور تصورات ہرگز درست نہیں ہیں۔ اصل حقیقت کچھ اور ہے اور قیامت کا وقوع پذیر ہونا اتنا یقینی ہے کہ حضور اکرم ﷺ قیامت کے دن کی قسم کھا رہے ہیں...... یہ قسم حضور ﷺ کی زبان سے ادا ہو رہی ہے اور اس کے اندر بہت وزن ہے اس لیے کہ اُن کی صداقت اور امانت کی گواہی تم خود دیتے ہو اور انہوں نے کسی چھوٹے سے معاملے میں بھی کبھی غلط بیانی نہیں کی تو وہ اتنی بڑی بات تمہیں غلط کیسے بتائیں گے۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ قیامت کے تصور سے انسان الرجک ہے اور وہ ماننے کے لیے تیار بھی نہیں ہوتا۔ پھر نہ ماننے کے اسباب بھی بہت سے ہیں اور ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ آج تک مرنے کے بعد کوئی دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آیا اور نہ کسی نے واپس آکر بتایا ہے کہ بعد کے حالات کیا ہیں اور کن کن مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور اس عالم میں بھیجا اور پہلے ہی انسان حضرت آدمؑ کو بتا دیا کہ دنیا میں تمہارا قیام عارضی ہے جبکہ اصل زندگی موت کی سرحد کے پار ہوگی۔ یہاں سے ہر ایک کو جانا ہے اور اس کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ یہ بتا تو دیا گیا لیکن کسی نے آج تک آخرت دیکھی نہیں ہے اور کسی نے آ کے بتایا بھی نہیں ہے کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے تو یہ قیامت کو نہ ماننے کا ایک بڑا سبب ہے۔ مشرکین عرب بھی یہی کہتے

مرتب: حافظ محمد زاهد

تھے کہ ہمارے آباء واجداد کی ہڈیاں بھی اب تو گل سڑ گئی ہیں تو وہ دوبارہ کیسے اٹھائے جائیں گے' یہ ناممکن ہے۔

قرآن مجید نے ان کے اس تصور کو بایں الفاظ بیان کیا ہے: ﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۳۵ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۳۶﴾ (المؤمنون) ''کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم (پھر سے) نکال لیے جاؤ گے؟ ناممکن! بالکل ناممکن ہے یہ بات' جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے!'' مشرکین عرب کا یہی تصور تھا اور اسی بنیاد پر وہ حضور ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ اگر دوبارہ زندہ ہونے والی بات حق ہے، تو ہمارے آباء واجداد کو زندہ کر کے ہمارے سامنے پیش کرو' پھر ہم مانیں گے۔ یہ ہے ڈھٹائی کا انداز۔

یہ زندگی تو انسان گزار رہا ہے اور اسے اپنے دنیوی نفع ونقصان کا بھی پتا ہے' لیکن اگلی زندگی کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم' لہٰذا اس پر ایمان لانا واقعتاً ایک بڑا مشکل کام ہے۔ چنانچہ اس سورت میں جو دلائل دیے گئے ہیں' ان میں ایک نبی اکرم ﷺ کی شخصیت اور آپ ﷺ کا کردار ہے کہ وہ خود قیامت کی قسم کھا رہے ہیں۔ زیر مطالعہ سورت میں دوسری دلیل یہ دی گئی ہے:

﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ②﴾

''اور نہیں! میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی۔''

انسان کے اندر نفسانی اعتبار سے بہت سے گوشے ہیں۔ اس کو عام زبان میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک پورا حیوان بھی انسان کے اندر موجود ہے اور ایک فرشتہ بھی۔ گویا فرشتے والے اوصاف بھی انسانوں کے اندر ملتے ہیں اور حیوانی اوصاف بھی۔ اسی کا ایک پہلو یہ ہے کہ انسان کے اندر نیکی اور بدی کا شعور بھی رکھا گیا ہے جو حیوانات میں نہیں ہے۔ حیوانات میں تو سادہ سا اصول ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس یعنی جو طاقتور ہے وہ دوسرے کو ہڑپ کرے گا۔ اسی طرح وہاں کسی اعتبار سے کوئی اخلاقیات نہیں ہے' نہ جنسی اعتبارات سے' نہ رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے اور نہ کسی اور اعتبار سے۔ اس کے برعکس انسان کے اندر شرم وحیا ہے اور اس کے اندر ایک نفس لوامہ ہے۔ جب وہ غلط کام کرتا ہے' جھوٹ بولتا ہے تو اندر سے نفس ملامت کرتا ہے۔ کسی کا حق مارتا ہے تو بظاہر اسے کامیابی ملتی ہے اور حیوانی نفس خوش ہو رہا ہوتا ہے' لیکن اندر سے فرشتے والا نفس آپ کو خبردار کر رہا ہوتا ہے کہ یہ کام تم نے غلط کیا ہے اور یہ تمہارا حق نہیں تھا۔

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا میں اس ضمیر کے فیصلوں کے مطابق عملاً انصاف نہیں ہوتا اور یہاں ظالم

پھلتے پھولتے ہیں۔ گویا ضمیر کی آواز اپنی جگہ لیکن یہاں دنیا میں تو اندھیر نگری ہے۔ اگر یہ ضمیر حق ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے مطابق انسانوں کو بدلہ ملنا چاہیے۔ جس نے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے نیکی کے راستے کو اختیار کیا ہے تو اسے انعام ملنا چاہیے اور جس نے دوسروں پر ظلم کیا ہے تو اس کو سزا ملنی چاہیے۔ لیکن اس دنیا میں ایسا نہیں ہو رہا۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ انسانی ضمیر بے معنی ہے' لیکن حقیقت میں وہ بے معنی نہیں ہے اور انسانی ضمیر ہی بتا رہا ہے کہ ایک ایسا جہان ضرور ہونا چاہیے جہاں پر نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا بھرپور صلہ دیا جائے اور جو ظالم ہیں ان کو بدترین سزا دی جائے' ورنہ تو یہ ساری کائنات اندھیر نگری ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر ایک شے کو بامقصد بنایا ہے۔ اسی طرح اللہ کی تخلیق کا شاہکار انسان بھی بامقصد پیدا کیا گیا ہے' چنانچہ زیر مطالعہ آیت میں فرمایا کہ ذرا اپنے اندر جھانکو تو آپ کا اندر اس بات کی گواہی دے گا کہ ہمارا ایک خالق و مالک ہے اور قیامت واقع ہو کر رہے گی جہاں نیکوکاروں کو اُن کے اعمال کے مطابق انعام اور ظالموں کو ان کے ظلم کے مطابق سزا ملے گی اور اس دن کسی سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔

﴿اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ؕ﴾ ۳

''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کر سکیں گے؟''

قیامت کے حوالے سے بہت سارے اعتراض کیے جاتے تھے اور ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ کیسے انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ جس اللہ نے یہ پوری کائنات پیدا کی ہے تو کیا وہ انسان کو دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا۔ آج کے انسان کو چودہ سو سال پہلے کے انسان کے مقابلے میں زیادہ پتا ہے کہ اس کائنات کی وسعتیں کتنی ہیں اور اس کی کیا کیا شانیں ہیں جن کے بارے میں ہم بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب ''فطرت'' کا کمال ہے۔ اس ایک لفظ کے پیچھے ہم اپنے ایمان کو غائب کر کے اللہ کو بیچ میں سے نکال دیتے ہیں اور اس پر غور نہیں کرتے کہ کون ہے جس نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ درحقیقت قدرت اور فطرت ہیئتی بصورت عنوانات ہیں لیکن اس کے پس منظر میں اللہ کا انکار ہے۔ چنانچہ زیر مطالعہ آیت میں فرمایا کہ وہ رب جس نے یہ ساری عظیم کائنات بنائی ہے تو کیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں بنا سکے گا۔

﴿بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴾ ۴

''کیوں نہیں! ہم تو پوری طرح قادر ہیں اس پر بھی کہ ہم اس کی ایک ایک پور درست کر دیں۔''

آج کے انسان کے لیے اس کے اندر بہت بڑی دلیل ہے۔ اُس وقت کے انسان کو نہیں معلوم تھا کہ ہر انسان کی انگلیوں کے پور (فنگر پرنٹس) مختلف ہوتے ہیں۔ اگر کسی زمانے میں بنی نوع انسان چند سو تھے اور آج اگر سات ارب سے زائد ہیں اور مستقبل میں دس ارب بھی ہو جائیں تب بھی ہر انسان کے پور الگ الگ ہی ہوں گے۔ زیر مطالعہ آیت میں فرمایا کہ ہم تو اس پر بھی قادر ہیں کہ ایک ایک انسان کے پور کو درست کر دیں۔ اللہ اکبر!

﴿بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ اَمَامَہٗ ۚ﴾ ۵

''بلکہ انسان تو یہ چاہتا ہے کہ فسق و فجور کو آگے بھی جاری رکھے۔''

دنیوی زندگی کے اندر جس کو گناہوں کے' لوٹنے کے اور لوگوں کا ناحق مال کھانے کے مواقع ملے ہوئے ہیں تو وہ چاہتا ہے کہ اس کے اندر کمی نہ آئے۔ کیونکہ اگر ضمیر کی آواز پر لبیک کہے گا تو بہت ساری چیزوں کو چھوڑنا پڑے گا' جبکہ یہ ان غلط کاموں کا عادی بن چکا ہے اور اب وہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ لہٰذا آسان حل یہ ہے کہ ڈھٹائی سے قیامت کا ہی انکار کر دو۔

﴿یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ ؕ﴾ ۶

''وہ پوچھتا ہے: کب آئے گا قیامت کا دن؟''

پریس ریلیز 18 مارچ 2016ء

دین اسلام اور ملکی آئین دونوں سے غداری کے قومی مجرم پرویز مشرف کی بیرون ملک روانگی نواز شریف کی اخلاقی شکست ہے

مولانا سمیع الحق نے گواہی دی ہے کہ سلمان تاثیر کی بیوہ ممتاز قادری کو تحریری طور پر معاف کر چکی تھی

ملکی آئین کے مطابق اور شرعی طور پر بھی یہ جواز موجود تھا کہ ممتاز قادری کی سزائے موت منسوخ کر دی جاتی

حافظ عاکف سعید

دین اسلام اور ملکی آئین دونوں سے غداری کے قومی مجرم پرویز مشرف کی بیرون ملک روانگی نہ صرف نواز شریف کی اخلاقی شکست ہے بلکہ یہ ہمارے سسٹم اور عدل و انصاف کے منہ پر طمانچہ سے کم نہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ پرویز مشرف کا بیرون ملک چلے جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ ہمارے آئین کی دفعہ 6 بھی کسی طالع آزما کا راستہ نہیں روک سکتی۔ اُنہوں نے کہا کہ آئین کی بے حرمتی کے سیاستدان خود ذمہ دار ہیں جو آئین شکن جرنیل کو گارڈ آف آنر پیش کرتے ہیں اور اُس کے بیرون ملک جانے کا راستہ ہموار کرتے ہیں۔ ممتاز قادری کی سزائے موت پر تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ مولانا سمیع الحق صاحب جو کہ ایک جید عالم دین ہیں نے گواہی دی ہے کہ سلمان تاثیر کی بیوہ ممتاز قادری کو تحریری طور پر معاف کر چکی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا آئین بھی صدر کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ موت کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کر دے۔ گویا ملک کے آئین کے مطابق بھی اور شرعی طور پر بھی یہ جواز موجود تھا کہ ممتاز قادری کی سزائے موت منسوخ کر دی جاتی لیکن ہمارے حکمرانوں نے اپنے بیرونی آقاؤں کی خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے ایک عاشق رسول کو سولی پر چڑھا دیا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

مشرکین عرب کا ایک انداز یہ تھا کہ وہ قیامت کے ٹائم ٹیبل کا پوچھتے تھے کہ کب آئے گی قیامت۔ ایسا نہیں تھا کہ اگر انہیں بتا دیا جائے تو اس سے ان کا سارا عقدہ حل ہو جائے گا اور یہ قیامت پر یقین کر لیں گے' بلکہ اصل میں یہ ان کے انکار ہی کا ایک طریقہ ہے۔ اس پر کہا گیا کہ آج انسان کو چھوٹ ہے' لیکن وہ وقت آئے گا کہ:

﴿فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝٧ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨﴾
﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝٩ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ
يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝١٠ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝١١﴾

"پس جب نگاہیں چندھیا جائیں گی۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور سورج اور چاند یکجا کر دیے جائیں گے۔ اُس دن انسان کہے گا: کہاں ہے کوئی بھاگ جانے کی جگہ؟ (کہا جائے گا:) ہرگز نہیں' کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔"

جو کچھ رسولؐ بتاتے تھے وہ حقیقت بن کر سامنے آ گیا ہے' لہٰذا اب وہ بھاگ جانے کی جگہ تلاش کر رہا ہے' لیکن اب کوئی چھپ جانے کی جگہ نہیں ہے۔

﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمُسْتَقَرُّ ۝١٢﴾

"اس روز تمہارے ربّ ہی کے حضور میں جا کر کھڑے ہونا ہے۔"

دنیا میں تمہارے پاس سارے اختیارات تھے' لیکن اب کوئی اختیار نہیں ہے۔ کوئی شخص کہے کہ میں میدانِ حشر میں نہیں جاؤں گا تو یہ اب اس کا اختیار نہیں ہے' بلکہ اب وہی ہو گا جو اللہ چاہے گا اور جو اس نے پہلے سے انبیاء ورسل علیہم السلام کے ذریعے بتا رکھا ہے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے' اس کی فکر کرو۔ تمہیں اپنے مستقبل کی بڑی فکر رہتی ہے لیکن تمہاری آنکھیں اندھی ہیں کہ تمہیں صرف دنیا کا مستقبل نظر آ رہا ہے۔ جو اصل مستقبل ہے' اسے تم بھلائے بیٹھے ہو۔ آج کی دانش کی انتہا یہ ہے کہ آخرت کو بھلا کر بس دنیا ہی کے اندر لگ جاؤ اور یہ دانش پاکستان کے اعتبار سے بدترین انجام کا موجب بنے گی اگر ہم نے اسی کے اوپر اپنا سفر جاری رکھا۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا اور اگر ہم نے اسلام سے اسی طرح غداری جاری رکھی تو پھر ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں کو سمجھنے اور قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

مجرمانہ خامشی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

تین سو چونسٹھ دن مردوں کے اور ایک دن مغرب کی عورت کو ویمن ڈے کی لالی پاپ دی گئی۔ اب یہ لالی پاپ پاکستانی عورت کو دکھا دکھا کر للچایا جا رہا ہے۔ ہوس شعار مغرب نے آزادی، مساوات، ترقی کے نام پر جو کھیل اپنے ہاں کھیلا، اس کے نتیجے میں پہلے گھر اور خاندان توڑے گئے۔ عورت کو بے رحم دنیا کے تھپیڑوں میں مرد کے مدمقابل لا کھڑا کیا۔ گھر سے باہر ہر جگہ عورت نظر آئے۔ دفتر میں سیکرٹری، ہوٹل میں بیرا گیری، چوراہے پر ٹریفک پولیس کی صورت اشارے کرتی، دکان پر سوداگری کے جوہر دکھاتی، کھیل کے میدان میں کم لباسی کا شکار ٹینس کے شاٹ اچھل اچھل کر لگاتی، تیراکی میں دھجیاں پہن کر اترتی، قلانچیں بھرتی ہرنی کی مانند دل لبھاتی دوڑیں لگاتی، ریمپ پر اٹھلاتی، مٹکتی جلوہ گر......! یہ عورت نہیں محض ایک کھلونا ہے، دل لگی ہے۔ نہ عصمت، نہ عفت، نہ عزت، نہ وقار، نہ تقدس، نہ تحفظ! ایئر ہوسٹس بن کر طیاروں میں ہزاروں فٹ کی بلندی پر لٹکی میزبانی کرے، مردوں کے آگے جھکی مسکراہٹوں کے تبادلے میں خدمت گاری کرے تو ترقی یافتہ، بااختیار (Empowered) ہے۔ گھر میں اپنی محبوب اولاد اور شوہر کی خدمت کرے، کھانا کھلائے، مکان کو گھر بنا دے۔ محبت، رافت، سکینت سے اسے راحت کا گہوارہ بنا دے تو مظلوم، بیچاری، دبی پسی عورت!

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں!

آج مغرب میں عورت حیا اور تحفظ، گھر کی چاردیواری اور چھت چھن جانے سے نری احتجاجن بنی روتی کرلاتی دن مناتی، فریادیں کرتی، منتشر ریزہ ریزہ شخصیت لیے، شناخت کی تلاش میں ہے۔ حتیٰ کہ گلوریا سٹین مین، امریکہ کی شہرہ آفاق حقوق نسواں کی چیمپئن یہ کہنے پر مجبور ہوئی کہ بہت سی عورتیں وہ مرد بن رہی ہیں جن سے ہم شادی کی متمنی تھیں! یعنی...... شادی اب کس سے ہو جب زن ہی مرد ہو گئی! آزادیٔ نسواں کی تحریک نے مرد کو الگ تباہ کیا۔ ٹکے سیر ملتی عورت سے وہ سیر ہو گیا۔ عورت بھی وہ جو نسوانیت سے محروم، مسلز دکھاتی مرد مار عورت! (اس ارزانی کے باوجود امریکہ میں ہر سال 3 لاکھ خواتین جنسی تشدد کا شکار ہوتی ہیں معتبر امریکی ذرائع کے مطابق۔ شرمین عبید متوجہ ہوں۔)

آج عورت بزنس ایگزیکٹو بھی ہے، وزیر بھی۔ ہر میدان میں مرد سے آگے نکلنے میں جابجا کامیاب بھی۔ مگر اب نہ وہ ماں ہے، نہ بہن، نہ بیٹی، نہ بیوی۔ اب محبت، سکینت، عافیت سے محروم، تحفظ بھرے رشتے کھو کر وہ نری عورت ہے اور مدمقابل ایک ظالم مرد! اصلاً اللہ نے دونوں کو ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ بنایا تھا۔ شوہر اور بیوی کے لیے قرآن نے لباس کا استعارہ دیا۔ تحفظ، زینت، قرب اور حیا کی علامت۔ رہنمائی دینے والا تو خالق تھا۔ کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا۔ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے! (الملک)

خدا سے منہ موڑ کر لبرل دانشوروں، مفکروں، فلسفیوں نے معاشرت کے تارو پود بکھیر دیے۔ تحقیق اور علمیت کے نام پر فرائیڈ اور پیولو (Pavlo) نے نفسیات میں خرافات بو دیں۔ مؤخر الذکر نے انسانی اعمال کے محرکات کی تفہیم کے لیے کتوں، بندروں، چوہوں کا مطالعہ کرنے کا طریقہ اپنایا! اشرف المخلوقات کی اس سے بڑھ کر تذلیل کیا ہو گی! انبیاءؑ کے کامل نمونوں کی ہدایت چھوڑ کر عالم حیوانات سے اتباع ڈارون میں رجوع کرنا! قرآن اور آفتاب ہدایت ﷺ سے منہ موڑ کر آج ہم بھی ان بھٹکے ہوؤں کے پیچھے چل دیے۔ لبرل ازم کے شوق میں مبتلا ہمارے مغرب سے مبہوت ہوئے متفکرین۔ ہمیں ان کی ایجادات، سہولیات کے طعنے دے دے کر حقیر کرتے ہیں! ان کی سہولتوں سے استفادہ تو بجا مگر یہ تو ان کے سہولت کار بنے ریمنڈ ڈیوسوں کو آزاد کرتے اور قادریوں کو پھانسی چڑھاتے ہیں۔ جی ویز کا خمار تازہ ترین ہے۔ خدا

کے بندو! سائنسی انکشافات اور ایجادات سے ہمارا کیا جھگڑا......؟ آٹھویں تا 15 ویں صدی عیسوی مسلمان اس میدان میں بلاشرکت غیرے چھائے ہوئے تھے۔ یورپ گھٹاٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔ مسئلہ سائنس کا نہیں۔ بات وہی ہے جو اقبال کہہ گئے:

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

ہم اس شب تاریک میں قوم کو دھکیلے جانے کی سازش پر مسلسل متنبہ کر رہے ہیں۔ اقبالؒ کے دور کے مغرب کی شب تاریک کی سیاہی مزید گھمبیر ہو چکی ہے۔ ان کی پیشین گوئی کے مطابق اپنے خنجر سے یہ آپ خودکشی کر رہی ہے۔ شاخِ نازک پر بنے آشیانے کا ہر تنکا بکھر چکا ہے۔ انسانی زندگی کے لئے مغرب کی طرف رہنمائی طلب نگاہوں سے دیکھنا قوم کو کند چھری سے ذبح کرنا ہے۔ جو کچھ وزیراعلیٰ پنجاب، قائد کے وژن کا جھانسہ دے کر مسلط کرنے پر مصر ہیں۔ کہتے ہیں: بدقسمتی سے عدم برداشت کے رویوں نے ہماری قوم کو نقصان پہنچایا ہے۔ اگرچہ پوری قوم کو ممتاز قادری کے جنازے کے روح پرور مناظر سے محروم رکھنا کون سی برداشت کا مظہر ہے؟ جمہوریت کے ان دلدادوں نے اسلام، قرآن وسنت سے وابستگی، محمد ﷺ کے لئے عاشقانہ وارفتگی کے ٹھاٹھیں مارتے جذبات کا ریفرنڈم تو دیکھ ہی لیا ہوگا۔ ہزار پردے ڈالنے کے باوجود قوم کی اسلام سے شیفتگی نے بتا دیا کہ قائدانہ وژن اصل میں کیا ہے!

8 مارچ کے لیے بہت سے عزائم حکمران پورے نہ کر سکے۔ قوم کا موڈ اور تیور بدلے دیکھ کر۔ موٹر سائیکل سوارنیوں (ویمن آن وہیلز۔ پہیہ لگی عورتیں!) کا دستہ رونمائی کروا چکا تھا اور اس عزم کا اظہار کیا گیا تھا کہ یوم نسواں پر ملازمت پیشہ خواتین اور طالبات میں موٹر سائیکل بانٹے جائیں گے۔ نیز خواتین کو آسان اقساط پر بھی موٹر سائیکلوں کی فراہمی ہوگی۔ (لڑکے منہ تکیں گے، پیدل لڑھکیں گے!) پھر یہ بھی کہ لڑکیوں کو محفوظ بنانے کو، زور بازو پیدا کرنے کو، اپنے دفاع کی تربیت دی جائے گی! اگرچہ انہیں مردانہ بازو لگوا دیئے جائیں۔ ٹرانسپلانٹ۔ تو مسئلہ حل ہو جائے۔ یہ ساری مضحکہ خیزیاں۔ Veil (نقاب) کی جگہ Wheels (پہیے)، دھری رہ گئیں۔ سائیکل سوار جین پوش لڑکیوں پر اکتفا کرنا پڑا۔ اسلام آباد میں ڈالری آقاؤں کی تشفی کے لئے فیصل مسجد کے سامنے سے سائیکل سوار لڑکیوں کی ریلی کی نمایاں تصویر چھپی۔ مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے! کہاں وہ عاشق کا جنازہ دھوم سے نکلا اور کہاں یہ حیا کا جنازہ حکومتی کندھوں پر سوار ہو کر 8 مارچ مناتا نکلا!

قبل ازیں پشاور میں یوتھ میگا چیلنج کے نام سے قوم کے سنجیدہ فہمیدہ طبقات اور والدین کے لئے ایک میگا چیلنج سامنے آیا۔ ملک بھر کے 230 مخلوط تعلیمی اداروں سے 1500 طلبہ وطالبات کو 27 مختلف مقابلوں کے لئے اکٹھا کیا گیا۔ مفت رہائش، مفت سفری سہولیات، بڑے انعامات، مفت رجسٹریشن اور خاطر تواضع، مقابلہ جات ڈراما، آرٹ، ثقافتی رقص، موسیقی بینڈ، شارٹ فلمنگ، فوٹوگرافی، مباحثوں، اردو انگریزی گانوں کے تھے۔ غزل نائٹ، مشہور آرٹسٹ (بھانڈ، میراثی) بھی مدعو تھے۔ نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت کا یہ مفت اہتمام؟ مغرب فنڈز فراہم کر کے اغواکاری کا سامان فراواں کر رہا ہے۔ ارشاد ہے کہ اس کا مقصد صوبے کا سافٹ امیج پیش کرنا تھا! بم مارکہ امریکہ، اسرائیل بھارت کو نعت خوانی کر کے کسی سافٹ امیج کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی؟ ملک کا واحد صوبہ جو ایمان، غیرت، حیا کی طرف واضح جھکاؤ رکھتا ہے یہ اس کی بربادی کا سامان ہے۔ مخلوط ماحول، ترقی کے نام پر عورت کو غیر محفوظ کرنے کی منزل کیا ہے؟ تو خبر یہ ہے کہ امریکی خاتون صحافی کی خفیہ برہنہ ویڈیو بنا کر آن لائن جاری کر دی گئی۔ دو ہوٹل کمپنیاں بھی اس میں ملوث پائی گئیں۔ روتی ہوئی آزادی کی یہ تصویر 8 مارچ کا مآل بتا رہی ہے۔ شہباز تاثیر صحت مند، چاق وچوبند، تندرست وتوانا اغواکاروں سے نکل کر لوٹ آئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جنہیں درندے، دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے ان کا ہر قیدی ہشاش بشاش لوٹتا ہے۔ مہذب حکومتوں خواہ امریکہ ہو یا پاکستان، کے چنگل سے رہائی پانے والا فاقہ زدہ ٹی بی کا مریض، گردے ناکارہ، جسمانی تشدد سے ادھڑا واپس آتا ہے۔

انسانیت کا دعویٰ جنہیں تھا کہاں گئے
اک مجرمانہ خامشی پھیلی ہے چار سو

☆☆☆

اہم اعلان

بسلسلہ کُلّیۃ القُرآن لاہور (قرآن کالج)

درس نظامی (8 سالہ کورس) کے درجہ اولیٰ میں داخلے کے خواہشمند طلبہ اور ان کے والدین نوٹ فرمالیں کہ بعض انتظامی اور درسی وجوہ کے پیش نظر کلیۃ القرآن میں نئے داخلوں کی پالیسی میں اہم تبدیلیوں کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس فیصلے کے مطابق اس سال سے:

1 صرف میٹرک پاس طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا۔
2 داخلے رمضان المبارک کی 15 تاریخ تا شوال کی 10 تاریخ جاری رہیں گے۔
3 داخلوں کے تفصیلی شیڈول کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔
4 مفت رہائش، کھانے اور مفت تعلیم کی سہولت صرف مستحق اور ذہین طلبہ کو دی جائے گی۔
5 درس نظامی کے طلبہ کے لیے ایف اے، بی اے اور ایم اے کی ریگولر کلاسز کا انتظام بھی ہے۔

المعلن: پرنسپل کلیۃ القرآن، اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
رابطہ: 0301-4882395 042-35833637

سلام، فضیلت و آداب

سجاد سرور
معاون: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت، تنظیم اسلامی

دنیا کی تقریباً تمام ہی اقوام میں ملاقات کے وقت خوش آمدیدی کلمات کہنے کا رواج ہے۔ ان کلمات سے ان اقوام کی ترجیحات و نفسیات کا اظہار ہوتا ہے۔ اسلام کا خوش آمدیدی کلمہ ''السلام علیکم'' ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح سے اسلام دینِ ازلی ہے اسی طرح سلام بھی ادب ازلی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ فرشتوں کو جا کر سلام کرو اور ان کے جواب کو غور سے سننا، یہی تمہارا، اور تمہاری اولاد کا تعارفی کلام ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے اللہ کی رحمت و برکات کی دعا کے اضافے کے ساتھ جواب دیا۔ اس طرح انسانوں کے لیے تحیہ (خوش آمدیدی کلمات) کی بنیاد پڑی۔ بعد کے ادوار میں جس طرح توحید کے تصورات مسخ ہوئے اسی طرح اس ربانی تحفہ سلام کو بھی فراموش کر دیا گیا اور مختلف اقوام نے اپنے ''ظرف'' کے مطابق کچھ الفاظ اور کچھ حرکات، خوش آمدید کے لیے رائج کر لیے۔ چنانچہ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم جاہلیت کے دنوں میں ''اَنْعَمَ اللّٰہُ بِکَ عَیْناً وَ اَنْعِم صَبَاحاً'' کہا کرتے تھے جب اسلام کا دور آ گیا تو ہمیں ان کلمات سے خوش آمدید کہنے سے روک دیا گیا'' (سنن ابی داؤد)۔ امام سلطان ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ روکنے کا منشاء، سلام کی تعلیم و ترویج ہے۔ پس سلام کے مشروع ہونے کے بعد خوش آمدید کی ابتدا، اس طرح کے کلمات کے ذریعے جائز نہیں ہے البتہ تبادلہ سلام کے بعد کسی قسم کے اچھے دعائیہ کلمات کا تبادلہ کیا جائے تو اس کی ممانعت نہیں ہے'' (مرقاۃ)

سلام کی ترویج جدید امتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لیے ایک خاص سعادت تھی، اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''یہود تم پر کسی بات میں اتنا حسد نہیں کرتے جتنا وہ سلام اور دعا کے ختم پر آمین کہنے پر کرتے ہیں'' (الادب المفرد) حقیقت یہ ہے کہ ان کلمات سے بڑھ کر کوئی کلمہ نہیں کہ جس سے اظہارِ اپنائیت کے ساتھ ساتھ اللہ سے دعا بھی کی جا سکے۔ جب ایک مسلمان کسی دوسرے کو سلام کہتا ہے، تو جہاں یہ اپنی ملت کا اظہار ہے وہیں یہ اعلان بھی ہے کہ آپ میری طرف سے کسی قسم کا کھٹکا محسوس نہ کریں۔ میں اللہ سے آپ کی سلامتی کا خواہاں ہوں اور ان شاءاللہ میری زبان و ہاتھ سے بھی آپ سلامتی میں رہیں گے۔ اللہ آپ پر اپنی رحمت و برکت کا نزول فرمائے اور ہر قسم کی جانی و مالی مصیبت اور ہر قسم کے لڑائی و جھگڑے سے اپنی پناہ میں رکھے!!

''سلام'' تکمیلِ ایمان اور تحصیلِ جنت کا ذریعہ :

ایک مسلمان کی سب سے بڑی آرزو اور اس کا مقصدِ زندگی اللہ کی رضا اور جنت کا حصول ہے۔

داخلۂ جنت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک صاحبِ ایمان نہ ہو جاؤ اور تم صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتے جب تک باہم محبت نہ کرنے لگو، کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتا دوں جو اگر کرو تو تم میں محبت پھیل جائے، آپس میں سلام کو عام کرو'' (مسلم)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی باہمی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں کہ جس پر جنت کا داخلہ موقوف ہے، افسوس یہ ہے کہ آج ہماری اکثریت نے محبتِ باہمی کا معیار، اپنے اپنے مسالک و احزاب کو بنا لیا ہے حالانکہ مندرجہ بالا فرمانِ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور ارشاد باری تعالیٰ ''اِنَّمَا الْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' کے مطابق مسلمانوں کی باہمی محبت کا مدار مسلک و جماعت نہیں بلکہ اسلام و ایمان ہے۔ اس حدیث سے سلام کا ذریعہ محبت ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ سلام ذریعۂ محبت تبھی بنے گا جب استحضارِ مفاہیم کے ساتھ سلام کیا جائے۔ اخلاص اور سوز و گداز سے خالی، روکھے پھیکے ''سلامالیکم'' سے محبت ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی جب تک دل و روح کی گہرائیوں سے سلام پیش نہ کیا جائے۔ پس سلام کرتے وقت ذہن میں یہ رہنا چاہیے کہ میں واقعی اللہ تعالیٰ کی جناب اقدس سے مخاطب کی جان و مال اور ازواج و اولاد کی خیر چاہتا ہوں۔ ساتھ ہی خود کو یہ باور کرانا چاہیے کہ میں نے اپنی شرارتوں اور عداوتوں سے بھی مخاطب کو امان دے دی اور اب میری ذات سے کوئی ایسا قول و فعل صادر نہ ہوگا جو اس کی سلامتی کو متاثر کرے، جھوٹا وعدہ، خیانتِ مالی و خیانتِ علمی (افشائے راز)، چغلی، غیبت، بہتان وغیرہ کوئی بھی جرم مجھ سے صادر نہ ہوگا جس سے مخاطب کی محفوظیت مجروح ہوتی ہو۔ بظاہر یہ ایک طرح کا تکلف دکھتا ہے لیکن کچھ عرصے کے اس تکلف سے سلام کے موافق جذبات و احساسات، بلاتکلف انسان کے قلب و دماغ پر نقش ہو جاتے ہیں اور انسان کی بدن بولی سے ان کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ اور اگر ایسا ہو جائے تو ہماری بہت ساری بری عادات کا ازالہ بھی ہوگا اور مسلمانوں میں محبت و اخوت کی وہ فضا پیدا ہوگی جس کے بغیر جنت میں جانا بہت ہی مشکل ہے۔

دعوتِ دین اور سلام:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے (ایک تہلکہ مچ گیا) اور لوگ کہنے لگے اللہ کے رسولؐ آ گئے، اللہ کے رسولؐ آ گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کو دیکھنے کے لیے آیا۔ پس جب میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا اور آپ ﷺ نے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی کہ ''اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ (عام کرو)، کھانا کھلاؤ [صلہ رحمی کرو] اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے''۔ (مسند احمد)

یہ ہدایات عموماً تو تمام مسلمانوں کے لیے ہیں لیکن دعوت اور اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والوں کو ان تین چیزوں کا خصوصی التزام کرنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے کیونکہ یہ نصیحتیں انصارِ مدینہ کو فرمائیں تھیں جنہیں آگے چل کر اقامتِ دین کی جدوجہد میں اہم کارنامے سرانجام دینے تھے۔ تہجد سے رب تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوگا۔ افشائے سلام اور لوگوں کو کھانا کھلانے سے اللہ کی مخلوق سے تعلق مضبوط ہوگا۔ لوگوں سے قربت پیدا ہوگی اور اسی سے دعوتِ حق کو فروغ حاصل ہوگا۔

سب کو سلام کرنا:

آج کل کا یہ بھی رواج ہے کہ صرف جان پہچان والے کو سلام کیا جاتا ہے، حالانکہ سلام کرنے کی بنیاد ایمان ہے نہ کہ جان پہچان پس ہر مسلمان بھائی کو سلام کرنا چاہیے۔ چاہے اس کا تعارف ہو یا نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کے اعمال میں سب سے بہتر کون سا عمل ہے آپؐ نے فرمایا ''یہ کہ تو کھانا کھلایا کرے اور اس کو بھی سلام کرے جس سے جان پہچان ہے اور اس کو بھی سلام کرے جس سے جان پہچان نہیں ہے''۔ (صحیح بخاری)

بچوں کو سلام کرنا:

بچے معاشرے کا مستقبل ہوتے ہیں۔ بچوں کی تربیت پر ہی معاشرے کی اصلاح وفلاح کا انحصار ہے۔ نبی اکرم ﷺ بچوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اُن سے پیار بھی کرتے اور ان کی تربیت کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے پاس آئے جو کھیل رہے تھے۔ آپؐ نے ان کو سلام کیا'' (سنن ابی داؤد) یہ بچوں کو سلام سکھانے کا طریقہ بھی ہے اور سلام کرنے سے ان کی تربیت ہوتی ہے اور بڑوں سے انسیت بھی پیدا ہوتی ہے۔

سلام میں پہل کی فضیلت:

سلام میں پہل کی کوشش کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اَلْبَادِیُٔ بِالسَّلَامِ بَرِیٌٔ مِنَ الْکِبْرِ) یعنی جو شخص خود سے ابتداءً سلام کرے وہ تکبر سے بری ہے۔ (شعب الایمان، مشکوٰۃ المصابیح) حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بلاشبہ لوگوں میں اللہ سے قریب تر وہ شخص ہے جو ابتداءً خود سلام کرے'' (سنن ابی داؤد) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو سلام سے پہلے سوال کرے (کلام کرے) تو اس کو جواب نہ دو جب تک کہ سلام سے ابتدا نہ کرے۔ (المعجم الاوسط، مکارم الاخلاق، ابو بکر الخرائطی)

بات کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ ''السلام قبل الکلام'' (ترمذی) یہ بھی حدیث ہے کہ سلام ہماری ملت کا تحیہ ہے۔ (ترمذی) ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں جیسے مسجد کا تحیہ دو رکعت نماز بیٹھنے سے پہلے ہے ورنہ اس کا اجر جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح سلام بھی کلام سے پہلے ہے ورنہ اس کا اجر ضائع جائے گا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح)

سلام کا بہتر جواب دینا:

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا (86)﴾ ''اور جب تمہیں کسی تحیہ کے ذریعہ دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دے دو یا اسی کو لوٹا دو، بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔'' قرآن مجید کی اس آیت میں ارشاد یہ ہے کہ ''جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس کا جواب اس سے بہتر الفاظ میں دو، یا کم از کم ویسے ہی الفاظ کہہ دو'' اس کی تشریح رسول کریم ﷺ نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ آپؐ نے جواب میں ایک کلمہ بڑھا کر فرمایا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ''۔ پھر ایک صاحب آئے اور انہوں نے سلام میں یہ الفاظ کہے السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ۔ آپ نے جواب میں ایک اور کلمہ بڑھا کر فرمایا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔ پھر ایک صاحب آئے انہوں نے اپنے سلام ہی میں تینوں کلمے بڑھا کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آپ نے جواب میں صرف ایک کلمہ ''وعلیک'' ارشاد فرمایا، ان کے دل میں شکایت پیدا ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو، پہلے جو حضرات آئے آپؐ نے ان کے جواب میں کئی کلمات دعا کے ارشاد فرمائے اور میں نے ان سب الفاظ سے سلام کیا تو آپ نے ''وعلیک'' پر اکتفا فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ''تم نے ہمارے لئے کوئی کلمہ چھوڑا ہی نہیں کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے، تم نے سارے کلمات اپنے سلام ہی میں جمع کردیئے، اس لئے ہم نے قرآنی تعلیم کے مطابق تمہارے سلام کا جواب بالمثل دینے پر اکتفا کرلیا''۔ (تفسیر طبری) حدیث مذکور سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سلام کا جواب اس سے اچھے الفاظ میں دینے کا جو حکم آیت مذکورہ میں آیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے الفاظ سے بڑھا کر جواب دیا جائے، مثلاً اس نے کہا السلام علیکم تو آپ جواب دیں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ تو آپ جواب میں کہیں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور اگر سلام کرنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے تب جواب میں اسی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

کثرتِ سلام:

اسلام میں سلام کی کثرت بہت زیادہ مرغوب اور محبوب ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''تم میں سے جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو سلام کرے اس کے بعد اگر درمیان میں کوئی درخت یا دیوار یا پتھر کی آڑ ہو جائے اور پھر ملاقات ہو جائے تو پھر سلام کرے۔'' (رواہ ابوداؤد)

کثرتِ سلام کا اہتمام نہ کرنا ایک طرح کا بخل ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لوگوں میں سب سے بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرتا ہے۔'' (الادب المفرد)

سلام حقوقِ مسلم میں سے ہے:

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق بیان فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا (اِذَا لَقِیْتَہٗ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ) کہ جب تو (کسی) مسلمان سے ملاقات کرے اس کو سلام کرو۔ (مشکوٰۃ المصابیح) پھر جس طرح سلام کرنا حقوقِ مسلم میں سے ہے اسی طرح سلام کا جواب دینا بھی مسلم کے حقوق میں سے ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں (1) سلام کا جواب دینا (2) مریض کی عیادت کرنا (3) جنازوں کے ساتھ جانا (4) دعوت قبول کرنا (5) چھینکنے والے کا جواب دینا (یعنی جب وہ الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا)''۔ (مسلم)

سلام، راستے کا حق:

رسول اللہ ﷺ نے راستے کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''راستوں میں نہ بیٹھو اور اگر تمہیں راستوں میں بیٹھنا ہی ہے تو راستے کا حق ادا کرو' عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ راستے کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ''نظریں نیچی رکھنا (تاکہ کسی ایسی جگہ نہ پڑے جہاں نظر ڈالنا جائز نہیں) اور تکلیف دینے سے بچنا، اور سلام کا جواب دینا، اور بھلی بات کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔'' (مسلم)

حفظ مراتب:

اسلام میں حفظ مراتب کی خاص رعایت رکھی گئی ہے جس کا ظہور سلام میں بھی ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''چھوٹا

بڑے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، تھوڑے آدمی زیادہ کو سلام کریں، سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور چلنے والا کھڑے کو سلام کرے۔" (بخاری و مسلم)

یاد رہے کہ یہ تعلیم چھوٹے یا تھوڑے آدمیوں کو دی جا رہی ہے یعنی اگر بڑے یا زیادہ لوگ چھوٹوں یا کم لوگوں پر بطور تواضع و نیکی سلام میں ابتدا کریں تو پسندیدہ ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ چھوٹوں پر سلام کرنے میں ابتدا فرماتے تھے۔

سلام کا اجر و ثواب:

نبی اکرم ﷺ کا طریقہ شریف یہ تھا کہ آپؐ ترغیب و تشویق کی خاطر اعمال کا اجر و ثواب بیان فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے سلام کا اجر و ثواب بھی بیان فرمایا۔ سیدنا عمرانؓ بن حصین کہتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا "السلام علیکم" تو آپ نے فرمایا "دس" (یعنی اس کے لیے دس نیکیاں ہیں) پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا "السلام علیکم و رحمۃ اللہ" تو آپ نے فرمایا "بیس" پھر ایک اور آدمی آیا اس نے کہا "السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ" آپ نے فرمایا "تیس"۔ (ترمذی شریف)

نبی کریم ﷺ نے بعض فرامین میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ کسی نیکی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ آخرت میں انسان ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا لہٰذا سلام جیسے ذریعۂ اجر و ثواب سے خوب فائدہ اٹھانا چاہیے۔

کسی مجلس یا گھر میں داخلے اور نکلتے دونوں وقت سلام کرنا:

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ جب گھر جاؤ تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔ ﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً﴾ (61) "سو جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے نفسوں کو سلام کرو جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے دعا مانگنے کے طور پر جو مبارک ہے پاکیزہ ہے"

اس آیت کے ذیل میں مولانا عاشق الٰہی بلند شہری فرماتے ہیں۔ جب تم سلام کرو گے تو حاضرین جواب دیں گے اس طرح تمہارا سلام کرنا اپنے لیے سلامتی کی دعا کرانے کا ذریعہ بن جائے گا"۔ یہ سلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشروع ہے۔ دعا کرنے کے طور پر مشروع کیا گیا ہے پھر یہ مبارک بھی ہے کیونکہ اس میں اجر بھی ہے برکتیں بھی ہیں اور یہ خصلت طیبہ بھی ہے جس سے سننے والا خوش ہوتا ہے اور اپنا دل خوش ہوتا ہے۔ جب کہیں جائیں جہاں کہیں مسلمان موجود ہو یا راستہ میں کوئی مسلمان مل جائے تو السلام علیکم کہے اور جسے سلام کیا وہ بھی جواب دے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب تو اپنے گھر والوں پر داخل ہو تو سلام کر، اس میں تیرے لیے اور تیرے گھر والوں کے لیے برکت ہوگی"۔ (مشکوۃ المصابیح) یہی بات نبی اکرم ﷺ نے دوسرے انداز میں یوں فرمائی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کیا کرو جب تم میں سے کوئی (گھر والوں کو) سلام کرتا ہے تو شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا۔ (مکارم الاخلاق، ابوبکر الخرائطی)

حضرت قتادہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اس گھر کے رہنے والوں کو سلام کرو اور جب وہاں سے نکلو تو گھر والوں کو سلام کے ساتھ رخصت ہو۔" (مشکوۃ المصابیح) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب تم کسی مجلس میں پہنچو تو سلام کرو اور اگر موقع مناسب جانو تو بیٹھ جاؤ، پھر جب (روانہ ہونے کے لیے) کھڑے ہو تو دوبارہ سلام کرو چونکہ جس طرح پہلی مرتبہ سلام کرنے کی اہمیت تھی دوسری مرتبہ سلام کرنا بھی اہم ہے۔" (ترمذی و ابو داؤد)

☆☆☆☆ ☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ "قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ (عقب ملتان لاء کالج) ملتان" میں

27 مارچ تا 2/اپریل 2016ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

یکم تا 3/اپریل 2016ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 061-6520451, 0331-7045701

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

بڑھتا ہوا قرضوں کا بوجھ المیہ نہ بن جائے

شیر محمد خان

یکم مارچ کو ایک روزنامہ اخبار میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق بھارت کی طرف سے دفاعی بجٹ میں مزید 30 ارب روپے کے اضافے کے بعد اس کا مجموعی دفاعی بجٹ 24 کھرب 90 ارب روپے تک پہنچ گیا ہے۔ بھارت کو اس قدر فوجی اسلحہ اور جنگی استعداد کن مقاصد کے لیے درکار ہے۔ اسے جدید فوجی ساز وسامان سے لیس کرنے والے امریکہ کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ امریکی انتظامیہ اس بات پر خوش ہے کہ بھارت کو اسلحہ فروخت کرنے کی دوڑ میں امریکہ روس پر سبقت لے گیا ہے اور رواں برس بھارت اور امریکہ کے درمیان ہونے والے دفاعی معاہدوں کے بعد بھارت دنیا میں اسلحہ خریدنے والا سب سے بڑا ملک اور امریکہ بھارت کو عسکری ساز وسامان بیچنے والا سب سے بڑا ملک بن جائے گا۔ اس کے برعکس یہ بات کسی لطیفے سے کم نہیں کہ چند ہفتے قبل امریکہ کی طرف سے پاکستان کو صرف 8 ایف سولہ کی فروخت پر بھارت سرکار نے نیو دہلی میں تعینات امریکی سفیر کو وزارت خارجہ میں طلب کر کے پاکستان کو ان طیاروں کی فروخت کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ اسی طرح اسرائیل کے بعد بھارت دنیا کا دوسرا بڑا ملک بن گیا جس پر عالمی قوانین اور سفارتی ضابطے نافذ نہیں ہوتے لیکن وہ امریکہ کو آنکھیں دکھا سکتے ہیں۔

امریکہ نے ایک طرف تو پاکستان کو ایف سولہ طیارے فراہم کرنے کی وضاحت کی کہ جیسے وہ اپنے اقدامات کے لیے بھارت کو اپنی صفائی میں وضاحت پیش کرنے کا پابند ہو تو ساتھ پاکستان کو بھی باور کرایا گیا کہ پاکستان کو طیارے دہشت گردوں کے خلاف استعمال کرنے کے لیے دیے جا رہے ہیں۔ امریکہ جس وقت پاکستان کو 8 عدد ایف 16 طیاروں کی فراہمی پر صفائی پیش کر رہا تھا تو اس وقت ایک امریکی دفاعی تھنک ٹینک کی طرف سے بھارت کو اطمینان دلایا گیا کہ امریکہ جلد ہی پاکستان سے اپنے ایٹمی ہتھیاروں کی کمی کا مطالبہ کرے گا اور یہ بھی بتایا گیا کہ اس طرح کا مطالبہ آئندہ پاک امریکہ سٹریٹجک مذاکرات کے دوران کیا جائے گا جو کہ حیران کن تھا۔ امریکہ چاہتا تو اس طرح کا پیغام بھارت کو سفارتی ذرائع سے بھی دے سکتا تھا جبکہ نیو دہلی میں مودی سرکار کو عوامی سطح پر امریکہ کی وضاحت درکار تھی جو کہ تھنک ٹینک کی طرف سے فراہم کر دی گئی اور اب پاکستان امریکہ سٹریٹجک ڈائیلاگ کی خبر آ گئی ہے کہ واشنگٹن میں پاکستان سے ایٹمی ہتھیاروں کی کمی کا مطالبہ کیا گیا جس پر پاکستان نے دوٹوک الفاظ میں اپنا موقف واضح کر دیا کہ پاکستان یکطرفہ طور پر ایسے اقدام کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امریکہ اس طرح کا مطالبہ بھارت سے کرنے کی جرأت کرے گا؟

ہمیں شاید اس تلخ حقیقت کا ادراک ہی نہیں کہ پاکستان پر بیرونی قرضوں کا بوجھ اس خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے جسے اتارنا تو شاید پاکستانی ناتواں عوام کے لیے ممکن نہ ہو یقیناً اس بوجھ میں کمی کے لیے بھی انہی بیرونی قوتوں کی طرف دیکھنا ہوگا جو ہم سے ہماری سلامتی کا حق بھی چھیننے کے درپے ہیں۔ عالمی تجزیہ نگار ایک نقطہ پر متفق ہیں کہ اگر پاکستان کے پاس ایٹمی استعداد نہ ہو تو پاکستان روایتی ہتھیاروں کے ساتھ بھارت کا مقابلہ نہیں کر پائے گا۔ جس کی بڑی مثال 13 دسمبر 2001ء کو نیو دہلی میں بھارتی پارلیمنٹ پر حملے کی آڑ میں بھارتی فوج کی پاکستان کی طرف پیش قدمی اور بھاری لاؤ لشکر کے ساتھ دس ماہ تک پڑاؤ کی دی جا سکتی ہے

یہ پاکستان کی موجود ایٹمی استعداد ہی تھی جس نے طویل محاصرے کے باوجود بھارت کو پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھنے سے روکے رکھا۔ ناکام لوٹنے کے بعد بھارت کے دفاعی ماہرین نے کولڈ اسٹارٹ وار ڈاکٹرائن کی نئی حکمت عملی وضع کی تو جواب میں پاکستان نے تھوڑے فاصلے تک مار کرنے والے ٹیکٹیکل میزائل تیار کر لئے جو کہ دوران جنگ پاکستان پر حملہ آور فوج کو تباہی سے دوچار اور پسپا کر سکتے ہیں ان جدید ٹیکٹیکل ہتھیاروں نے بھارت کے اوسان خطا کر دیئے۔ گزشتہ پندرہ برسوں کے حالات اور واقعات کا جائزہ لیں کہ اکتوبر 2002 میں وطن عزیز پاکستان کا محاصرہ ختم کر کے نامراد واپس لوٹنے کے بعد بھارت نے پاکستان کو داخلی طور پر کمزور کرنے کے لیے افغانستان کے راستے پاکستان میں دہشت گردی کو فروغ دیا۔ اس جنگ میں بھارت کے تین اہداف تھے:

(1) دہشت گردی کے واقعات کو بنیاد بنا کر دنیا کو باور کرانا کہ پاکستان کے پاس موجود ایٹمی اسلحہ کسی بھی وقت دہشت گردوں کے ہاتھ لگ سکتا ہے لہٰذا پاکستان کے ایٹمی اسلحہ کو عالمی تحفظ میں لیا جائے۔

(2) خودکش دھماکوں اور دہشت گردی کے حملوں میں پاک فوج کی اہم تنصیبات کو نشانہ بنا کر پاک فوج کا مورال تباہ کرنا اور ساتھ ہی پاکستان کے عوام میں احساس بیدار کرنا کہ جو فوج اپنی حفاظت نہیں کر سکتی وہ فوج ملک کا دفاع کیا کرے گی۔

(3) بم دھماکوں اور دہشت گردی کی مذموم کارروائیوں کے لیے ایسی تنصیبات کو انتخاب کیا گیا جن کی تباہی سے پاکستان کی معیشت براہ راست متاثر ہو۔

تاہم پاکستان کے حوصلہ مند عوام اور فوج نے بہادری کے ساتھ بھارت کی حکمت عملی کو اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر ناکام بنایا وہ سب دنیا کے سامنے ہے لیکن خطرہ ابھی ٹلا نہیں ہے۔ ایک وجہ پاکستان کے اندر موجودہ طبقہ ہے جو اپنے تجارتی اور کاروباری مقاصد کی خاطر کسی بھی قیمت پر بھارت کی پاکستان پر برتری تسلیم کرنے کو تیار ہے، اس طبقہ کی نظر میں بھارت سے دوستی کے لیے کشمیر، سیاچن، سرکریک اور بھارت کی طرف سے پاکستان کے دریاؤں پر قبضے کو فراموش کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لہٰذا پاکستان کے عوام اور خصوصاً نوجوان نسل کو چاہیے کہ ایسے طبقہ کے مذموم مقاصد کو ناکام بناتے ہوئے وطن عزیز کی ترقی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

☆☆☆

شہباز تاثیر کی رہائی: اصل قصہ کیا ہے؟

اوریا مقبول جان

پورا میڈیا گُنگ ہے، سب کو ایسے لگتا ہے سانپ سونگھ گیا ہے۔ کیسے مان لیں کہ افغانستان کے وہ طالبان جن کے ساتھ انھوں نے پاکستان میں ہونے والے ہر سانحہ کو جوڑنے کی کوشش کی۔ انھیں اپنے امریکی آقاؤں، مغربی سرپرستوں اور ذاتی تعصب کی بھینٹ چڑھا کر بدنام کیا گیا۔ افغانستان نے آج اگر پچاس سال پہلے بھی کوئی زیادتی کی تھی تو اسے بحیثیت مجموعی ان کے کھاتے میں ڈال کر انھیں پوری افغان تاریخ کا نمائندہ قرار دے کر گالی دی گئی۔ کیسے تسلیم کر لیں کہ سلمان تاثیر کے بیٹے شہباز تاثیر کو انھوں نے بغیر تاوان کے رہا کر دیا اور پھر اسے پاکستان تک چھوڑنے آئے۔ ان راستوں سے ہوتے ہوئے جہاں امریکی اور افغان فوجی باؤلے کتوں کی طرح ان کا پیچھا کرتے پھرتے ہیں۔ وہ جو افغان امور کے ماہر بن کر کتنے سالوں سے یہ ثابت کرنے میں مصروف تھے کہ افغان طالبان اور پاکستانی طالبان ایک ہی چیز ہیں۔ اگر وہ یہ تسلیم کر لیں کہ شہباز تاثیر پاکستانی طالبان کی قید میں ایک سے دوسری جگہ بِکتا ایک ایسے گروہ تک جا پہنچا تھا جو مقامی اور ازبک طالبان پر مشتمل تھا اور وہ بھاری تاوان طلب کر رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی انھوں نے افغان طالبان سے شکست کھائی اور شہباز تاثیر افغان طالبان کے ہاتھ آیا تو ملا اختر منصور نے فوراً اسے بحفاظت پاکستان پہنچانے کا حکم صادر کیا۔

کیا یہ سب گزشتہ پندرہ سال کی بدترین کردارکشی اور افغان طالبان کو مطعون کرنے کی ساری کوششوں کے برعکس نہیں ہو گیا۔ میڈیا گُنگ ہے اور اس لمحے کی تلاش میں ہے جب انھیں کوئی ایسی جھوٹی رپورٹ ہی میسر آ جائے تا کہ ان گُنگ زبانوں کو قرار آ جائے اور وہ ایک بار پھر سے افغانستان میں آزادی اور حریت کی جنگ لڑنے والوں کے خلاف بولنا شروع کر دیں۔

شہباز تاثیر جس علاقے سے ہوتا ہوا کوئٹہ کے قریب کچلاک میں پہنچا، وہ پورے کا پورا علاقہ 1980ء سے افغانستان میں ہونے والی کشمکش کا گواہ ہے۔ ان چھتیس سالوں میں وہاں جو بھی اتار چڑھاؤ آیا، پاکستان میں رہنے والے اس خطے کے افراد پر اس کا اثر ضرور مرتب ہوا۔ زابل، قندھار اور ہلمند، یہ تین صوبے ایسے ہیں جو بلوچستان کے اہم اضلاع کی سرحدوں کے اس پار ہیں جب کہ پکتیکا اور نیمروز دو صوبے بلوچستان کے شمالی اور مغربی اضلاع کے آخری کناروں کو چھوتے ہیں۔ قندھار کا فاصلہ چمن سے اتنا ہی ہے جتنا کوئٹہ کا فاصلہ چمن سے ہے۔

اسی لیے چمن کا شہر گزشتہ چھتیس سالوں سے افغانستان میں ہونے والے ہر واقعے یا آنے والے ہر انقلاب سے براہ راست ضرور متاثر ہوا ہے۔ ان چھتیس سالوں میں سے صرف چھ سال ایسے تھے جب افغانستان کے بارڈر کے ساتھ آباد ژوب، قلعہ سیف اللہ، چمن، نوشکی اور دالبندین کے عوام نے سکھ کا سانس لیا اور انھیں اس بات کا اندازہ ہوا کہ پڑوس میں بھی اگر ایک ایسی حکومت قائم ہو جائے جو انصاف کرتی ہو اور امن و امان قائم کر دے تو ساتھ والے خطے میں بھی امن اور انصاف کی خوشبو دار ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔

یہ چھ سال تھے 1995ء سے 2001ء تک جب افغانستان میں طالبان کی حکومت تھی۔ ورنہ روس کی 1980ء میں افغانستان میں آمد سے اگلے پندرہ سالوں تک اس خطے نے یا تو بم دھماکے دیکھے یا پھر اغوا برائے تاوان۔ کون سا ایسا شہر نہیں تھا جہاں سے انسان تاوان کے لیے اغوا نہ ہوئے ہوں اور گاڑیاں تو پورے پاکستان سے چوری کر کے افغانستان کے ان صوبوں میں جا کر بیچی جاتی تھیں۔ میں 1980ء کے اوائل میں، اقوام متحدہ کے ایک ادارے کے تحت منشیات کی اسمگلنگ پر تحقیق کر رہا تھا۔ میرے ساتھ ایک جرمن باشندہ بھی تھا۔ ہم دونوں افغانستان میں پھیلی وسیع و عریض پوست کی کاشت دیکھتے، پھر بارڈر پر موجود ہیروئن کی فیکٹریوں کے بارے معلومات اکٹھا کرتے اور پھر پاکستان کے ان شہروں میں چلنے والے اڈوں جسے یہاں کے لوگ ساقی خانہ کہتے ہیں، وہاں منشیات کا شکار افراد سے انٹرویو کرتے۔

یہ دھندا روس کے زمانے میں بھی چلتا رہا۔ افغان جنگ میں بھی زوروں پر رہا۔ مجاہدین کی حکومت آئی تو وہ آپس میں اس قدر بٹی ہوئی تھی کہ منشیات فروشوں کے وارے نیارے ہو گئے۔ لیکن طالبان کے ان پانچ سالوں میں سے آخری تین سال جب ملا محمد عمر نے منشیات پر پابندی کا حکم صادر کیا۔ افغانستان میں منشیات کی کاشت جو دنیا کا نوے فیصد تھی صفر پر آ گئی۔ ژوب سے لے کر چاغی تک کے تمام سرحدی اضلاع اور یہاں تک کہ کوئٹہ سے زیارت اور لورالائی تک کے تمام علاقے اس لیے امن میں آ گئے تھے کہ اب کوئی شخص چوری کر کے، گاڑی اغوا کر کے یا پھر قتل کے بعد افغانستان میں پناہ نہیں لے سکتا تھا۔

آغاز میں کچھ لوگ اسے پہلے والا افغانستان سمجھتے ہوئے ایسے جرائم کر کے وہاں پناہ گزین ہوئے لیکن وہ تمام گاڑیاں اور چوری کا مال بھی واپس کیا گیا اور مجرم بھی پاکستان کے حوالے کر دیے گئے۔ انھیں دنوں میں یہ دستور عام ہونے لگا تھا کہ لوگ اپنے درمیان ہونے والے قضیوں اور جھگڑوں کے فیصلے افغانستان کی کسی نزدیکی عدالت کے طالبان سے کرواتے۔

ڈپٹی کمشنر کوئٹہ جان محمد دشتی کے دفتر میں موجود وہ وفد مجھے نہیں بھولتا جو ایک درخواست لے کر آیا تھا کہ چار اشخاص نے ہمارے کروڑوں افغانی (کرنسی) اور ایک موٹر سائیکل دھوکے سے لے لیا ہے۔ چاروں پکڑے گئے۔ دو کو عدالت نے چھوڑ دیا اور دو ایس ایچ او نے۔ پولیس کے رہا کردہ بھاگ کر قندھار چلے گئے۔ ہم اپنا مقدمہ لے کر وہاں پہنچے۔ طالبان نے آدھی رقم اور موٹر سائیکل واپس کروا دیا۔ آپ ہمیں باقی دو افراد پکڑ کر دو ہم ان کو قندھار لے جائیں گے تا کہ انصاف سے فیصلہ ہو۔

سلمان تاثیر کے بیٹے شہباز تاثیر کے واپس آنے کے بعد اس سارے علاقے میں لوگوں کے ذہنوں میں اس دور کی یاد تازہ کر دی ہے۔ جس دن شہباز تاثیر کی خبر آئی، میں نے وہاں بے شمار لوگوں سے رابطہ کیا۔ ہر کسی کو

اس واقعے کی پوری صحت کا علم تھا۔ کیسے قلات غلزئی کے قریب طالبان کی ایک ایسے گروہ سے جھڑپ ہوئی جسے امریکا، افغان حکومت اور بھارت نے ان کے خلاف منظم کیا ہے۔ اس میں ازبکستان کی اسلامک موومنٹ کے لوگ بھی شامل ہیں۔ ان کا ابوبکر البغدادی سے کوئی رابطہ نہیں لیکن ایک بڑی چھتری کے نیچے آنے کے لیے داعش کا ذکر کرتے ہیں۔ جہاں جہاں افغانستان میں یہ جگہ بناتے ہیں، وہاں افغان فوج اور امریکا ان کے لیے راہ ہموار کرتا ہے تا کہ یہ طالبان سے لڑیں۔

غزنی پر جب طالبان نے اپنا حملہ کیا تو زابل پڑوس میں ہونے کی وجہ سے ان کے زیر اثر تھا۔ وہاں یہ گروپ بھی موجود تھا جس کے پاس شہباز تاثیر تھا۔ غزنی میں افغان فوج کا تو عمل دخل مشکل تھا، اسی گروہ کو طالبان کے خلاف ابھارا گیا۔ جنگ میں یہ لوگ پسپا ہوئے اور شہباز تاثیر افغان طالبان کے ہاتھ آ گیا۔ یہاں اس قیادت کا فرق واضح ہوتا ہے جو اغوا برائے تاوان پر یقین نہیں رکھتی، بے گناہ کو اس کے جرم کی سزا نہیں دیتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہزار بے وفائیوں کے باوجود پاکستان سے محبت کرتی ہے، احترام کرتی ہے۔ زابل سے کچلاک کوئی آسان راستہ نہیں۔ دو بندی کے پہاڑی میدان اور قلعہ سیف اللہ کے پہاڑی سلسلے اور ان کے دشوار گزار راستے۔

دوسری جانب افغان فوج اور خود پاکستانی اہلکار آپ کے تعاقب میں لیکن شہباز تاثیر کو ایک محفوظ جگہ تک چھوڑ کر گئے تا کہ وہ گھر رابطہ کر کے بتا سکے۔ طالبان اب موبائل فون کا استعمال بہت کم کرتے ہیں تا کہ ڈرون وغیرہ سے بچ سکیں۔ اس لیے بہت احتیاط کرنا پڑی اس سارے سفر میں۔ ایک افواہ اور گرم تھی کہ چالیس کروڑ لیے گئے لیکن علاقے کے لوگوں کی خبر اس کی تصدیق نہیں کرتی۔ شہباز تاثیر کی واپسی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر افغانستان میں طالبان کی حکومت موجود ہو تو پاکستان میں جرائم کس قدر کم ہوں گے لیکن کون اس کو مانے گا۔ شاید کوئی نہیں۔

دنیا کی ہر قوم میں گڈ اور بیڈ ہوتے ہیں لیکن تعصب کی انتہا دیکھیں کہ اس ملک کے عظیم دانشور تمام کے تمام طالبان کو بیڈ گنتے ہیں اور دوسروں کو گننے پر مجبور بھی کرتے ہیں۔ خواہ مدرسے میں پڑھتے ہوں اور امن سے رہتے ہوں، خواہ دھماکے اور دہشت گردی کرتے ہوں یا پھر وہ افغان طالبان جنہوں نے اپنے ملک میں ایک پُرامن حکومت پانچ سال تک چلا کر دکھائی۔ سب کے سب بیڈ ہیں۔ اسی لیے کہ یہ لوگ شہباز تاثیر کی بازیابی کے واقعہ پر کوئی تبصرہ نہیں کریں گے۔ کسی کی بڑائی کی تعریف نہیں کریں گے۔ اگر شہباز تاثیر بلوچ قوم پرستوں، سندھ کے ڈاکوؤں یا کراچی کے بھتہ خوروں کے ہاتھ آتا تو کیا وہ ایسے رہا ہوتا۔ ہرگز نہیں۔ لیکن کوئی نہیں بولے گا۔ پندرہ سال کا جھوٹ واپس نگلنا آسان کام تو نہیں ہوتا۔

قابل غور

پاکستان کا شکوہ

بنت محمد رفیق

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا!!

بچپن میں مجھے لگتا تھا کہ یہ شعر علامہ اقبال نے قائداعظم کے لیے لکھا ہے مگر جب آج ممتاز قادری معاملے کو دیکھا تو لگا کہ یہ شعر اُن کے لیے بھی ہے۔ حقیقتاً ہزاروں سالوں میں ایک آدھ ہی ایسا بہادر آتا ہے۔ اسی سوچ میں بیٹھے بیٹھے اچانک مجھے کسی کے بہت زور سے رونے کی آواز آنے لگی۔ اٹھ کے ادھر ادھر دیکھا، کوئی نہ ملا جو رو رہا ہو، تھک کر بیٹھ گئی اور نجانے کب اپنے خیالوں میں کھو گئی۔ تو پتا چلا کہ میرے اندر ایک چھوٹا سا پاکستان رہتا ہے جو دھاڑیں مار مار کر رو رہا ہے۔ اُس کو یوں ہچکیاں لیے روتا دیکھ کر میں گھبرا گئی، ہمت کر کے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ کیوں روتے ہو؟ وہ بولا ’تم لوگ اِس قابل نہ تھے‘۔ میں پریشان ہوگئی، پوچھا کس قابل نہ تھے؟ وہ بولا اِس قابل نہ تھے کہ تمہیں میں دیا جاتا (یعنی کہ پاکستان) پوچھا کیوں؟ کہنے لگا کہ مجھے تم نے رب کے نام پر مانگا تھا۔ اس کے نبی ﷺ کا نام اس کے نام کے ساتھ بول کر مانگا تھا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر مانگا تھا۔ تو رب نے کچھ قربانیاں لے کر مجھے تم لوگوں کو دے دیا مگر تم لوگوں نے اس کلمے کا حق ادا نہیں کیا۔

تم لوگ تو ایسے ہو جو اپنے بنائے ہوئے قانون کی لاج نہ رکھ سکے۔ خود کا بنایا ہوا قانون اپنے ہاتھوں سے مرتب کیا ہوا۔ اس بات میں تو تم لوگوں سے اچھے زمانہ جاہلیت کے عرب تھے۔ وہ اپنے قول کے بہت پکے تھے۔ اس جدید ٹیکنالوجی کے دور میں رہ کر بھی تم لوگ ان سے بھی گئے گزرے ہو گئے۔ وہ راہ حق پر نہ تھے پھر بھی قول نبھانے میں اتنے سچے تھے۔ تم لوگ تو حلف اٹھا کر بھول جاتے ہو۔ وعدہ کر کے بھول جاتے ہو۔ میں آج اپنی نظروں میں گرتا جا رہا ہوں کہ میرے اوپر کیسے لوگ جی رہے ہیں۔ احساسات و جذبات اور عقل سے ماوراء۔ میں نے کہا کہ احساسات و جذبات تو ہر انسان میں ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنی فکر کرتا ہے۔ وہ غصے سے بولا احساس اور جذبات اللہ نے دوسروں کے لیے بنائیں ہیں کہ احساس کرو، مددگار رہو لوگ کے اور بہترین زندگی گزارو۔ مگر تم لوگوں نے اپنی خود غرضی میں مجھے لوگوں کے خون سے رنگ دیا۔

اچانک وہ اور غصے سے بولا ’’آج میرے اوپر ہو تو کیا ہوا؟ آج میں بے بس ہوں تو کیا ہوا؟ آج مجھے اجازت نہیں تو کیا ہوا؟ جب میرے اندر آ ؤ گے تو سب حساب پورے ہو جائیں گے۔ پھر اجازت بھی ہوگی اور طاقت بھی۔ پھر تمہیں کوئی نہ چھڑا پائے گا‘‘۔ یہ سن کر میں بہت ڈر گئی۔ اِس ڈر سے جب اپنے خیال سے باہر نکلی تو میں خود سے نظر نہ ملا پا رہی تھی کہ ہم نے یہ ملک دین کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اللہ لاج رکھ رہا ہے اس بات کی۔ اس ملک کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ مت گنواؤ اس لحاظ کو، جس دن رب نے رسی کھینچ لی سب لپیٹ میں آ جائیں گے۔ پھر نہ معافی ہوگی نہ نظر کرم، نہ سفارش، نہ مددگار۔

☆☆☆☆

پاکستانی ایک ملت ہیں یا قوم؟

ڈاکٹر ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

مسلم اکثریت کے ملک میں، جس کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ پر ہے یہ سوال بڑا عجیب سا ہے کہ اس کے باسی ایک ملت ہیں یا کہ معروف معنیٰ میں قوم ہیں؟ اس سلسلے میں کچھ آزاد منش اور دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے والے نام نہاد صحافی اور دانشور ریاست پاکستان کا قومی بیانیہ پاکستانیوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ پاکستانی بھی اسی طرح کی ایک قوم ہیں جیسے کہ ہندو، انگریز، جرمن وغیرہ ہیں۔ ایسے لوگ قومیت اور قوم پرستی کے بارے میں اسلام کے اصول کو بالکل ہی بھول جاتے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں کے لیے غیر مسلموں کے ساتھ متحدہ قومیت میں شریک ہونے کو جائز سمجھ لیتے ہیں، بلکہ اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں کہ قوم پرستی (Nationalism) جیسی ملعون چیز کو بھی قبول کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے اس مضمون میں کوشش کی جائے گی کہ اسلام کی روشنی میں جائزہ لیا جائے کہ کیا پاکستانی دنیا کی دوسری قوموں کی طرح محض ایک قوم ہیں یا کہ ایک ملت ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگا کہ اسلام انسانوں کو کس بنیاد پر جوڑتا اور کاٹتا ہے۔ ان شاء اللہ۔

تفصیلات میں جائے بغیر اختصار سے اگر قومیت کے مشترکات معلوم کیے جائیں تو ان میں اشتراک نسل، وطن، زبان، رنگ، معاشی اغراض اور نظام حکومت کا اشتراک نمایاں ہیں۔ قدیم ترین عہد سے لے کر آج اکیسویں صدی کے روشن زمانے تک جتنی قومیتوں کے عناصر اصلیہ کی تحقیق کی جائے تو ان سب میں یہی عناصر ملیں گے۔ اب سے دو تین ہزار برس قبل یونانیت، رومیت، اسرائیلیت، ایرانیت وغیرہ بھی انہی بنیادوں پر قائم تھیں، جن پر آج امریکیت، انگریزیت، فرانسیسیت اور جاپانیت وغیرہ قائم ہیں۔ قومیت کی یہ وہ بنیادیں ہیں جو بنی نوع انسان کے لیے ایک شدید مصیبت ہیں۔ انہوں نے ایک خالق کی مخلوق اور ایک آدم کی نسل کو سینکڑوں ہزاروں حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، اور جسے بھی ایسے کہ ایک حصہ فنا کیا جا سکتا ہے، مگر دوسرے حصے میں کسی طرح تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

خالص عقلی طور پر بھی نسل انسانی کی تفریق کے لیے یہ کوئی ٹھوس بنیادیں نہیں ہیں۔ یہ صرف حسی اور مادی تفریقات ہیں جن کا ہر دائرہ زاویہ نظر کی ہر وسعت پر ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کا قیام و بقا جہالت کی تاریکی، نگاہ کی محدودیت اور دل کی تنگی پر منحصر ہے۔ علم و عرفان کی روشنی جس قدر پھیلتی ہے، قلب میں جتنی وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے، یہ مادی و حسی پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ نسلیت کو انسانیت کے لیے اور وطنیت کو آفاقیت کے لیے جگہ خالی کرنا پڑتی ہے، اختلاف رنگ و زبان میں جوہر انسانی کی وحدت جلوہ گر ہوتی ہے، اللہ کی زمین میں اللہ کے سب بندوں کی معاشی اغراض مشترک پائی جاتی ہیں، اور سیاسی نظامات کے دائرے محض چند سائے نظر آتے ہیں جو آفتاب اقبال کی گردش سے روئے زمین پر چلتے پھرتے اور گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔

اسلام کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس نے انسانوں کے درمیان کسی مادی اور حسی فرق کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس کے نزدیک سب انسان ایک ہی اصل سے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اُس (اللہ) نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو (دنیا میں) پھیلا دیا'' (النساء:1)۔ اسلام نے پیدائش اور وفات کی جگہ کو کوئی جوہری مقام نہیں دیا اور سب کو ایک ہی قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر ہر ایک کا ایک ٹھکانا (جائے پیدائش) ہے اور ایک جگہ اس کے سپرد خاک ہونے کی ہے'' (الانعام:98)۔ نسل، خاندان، شعوب و قبائل کا اختلاف صرف تعارف کے لیے ہے۔ اگر کوئی حقیقی تفریق ہے تو وہ اخلاق و اعمال، نیکی اور بدی کی بنا پر ہے (الحجرات:13)۔ پورے قرآن میں ایک لفظ بھی نسلیت یا وطنیت کی تائید میں نہیں ملتا۔ اس کی دعوت کا خطاب پوری نوع انسانی سے ہے۔ تمام روئے زمین کی انسانی مخلوق کو وہ خیر و صلاح کی طرف بلاتا ہے۔ اس میں نہ کسی قوم کی تخصیص ہے اور نہ کسی سرزمین کی۔ اس نے اگر کسی زمین کے ساتھ خاص تعلق پیدا کیا ہے تو وہ صرف مکہ کی زمین ہے، لیکن اس کے متعلق بھی صاف کہہ دیا: ''اس کے اصلی باشندے اور باہر والے مسلمان سب برابر ہیں'' (الحج:3)۔ اور جو مشرکین وہاں کے اصلی باشندے تھے ان کے متعلق فرمایا کہ وہ نجس ہیں، ان کو وہاں سے نکال باہر کر دو۔'' (التوبۃ:4)۔

اس طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جاہلیت کی ان تمام محدود مادی، حسی اور وہمی بنیادوں کو جن پر دنیا کی قومیتوں کی عمارتیں قائم کی گئی تھیں ڈھا دیا۔ رنگ، نسل، وطن، زبان، معیشت اور سیاست کی غیر عقلی تفریقوں کو، جن کی بنا پر انسان نے اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے انسانیت کو تقسیم کر رکھا تھا، مٹا دیا اور انسانیت کے مادے میں تمام انسانوں کو برابر اور ایک دوسرے کا ہم مرتبہ قرار دے دیا۔ اس تجدید کے ساتھ اسلام نے خالص عقلی بنیادوں پر ایک نئی قومیت تعمیر کی۔ اس کی بنا بھی امتیاز پر تھی، مگر مادی اور عرضی امتیاز پر نہیں بلکہ روحانی اور جوہری امتیاز پر۔ اس نے انسان کے سامنے ایک فطری صداقت پیش کی جس کے نمایاں خد و خال ایک اللہ کی بندگی و اطاعت، نفس کی پاکیزگی و طہارت، عمل میں نیکی اور پرہیزگاری ہیں۔ اسی کی دعوت اس نے تمام نوع بشری کو دی۔ پھر کہہ دیا کہ جو اس دعوت کو قبول کرے، وہ ایک قوم سے ہے یعنی وہ ایک امت اور ملت سے ہے اور جو اس کو رد کر دے، وہ دوسری قوم سے ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایک قوم ایمان و اسلام کی ہے، اور اس کے سب افراد ایک امت ہیں۔ اور ایک قوم کفر و گمراہی کی ہے، جس کے متبعین اپنے اختلافات کے باوجود ایک گروہ ہیں۔ ان دونوں قوموں کے درمیان بنائے امتیاز نسل و نسب نہیں، اعتقاد و عمل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک باپ کے دو بیٹے اسلام اور کفر کی تفریق میں جدا جدا ہو جائیں، اور دو بالکل اجنبی آدمی اسلام میں متحد ہونے کی وجہ سے ایک قومیت میں مشترک ہوں۔

متذکرہ بالا حقائق کی روشنی میں ذرا پاکستانی قومیت کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ قومیت کے کس معیار پر پورا اترتی ہے۔ نسلی قومیت کے لیے تو پاکستان میں کوئی اساس

موجود نہیں ہے کیونکہ پاکستان میں کسی ایک نسل سے تعلق رکھنے والے لوگ نہیں رہتے۔ یہاں دراوڑی (بلوچستان کے براہوی قبائل)، آریائی، منگول، سامی، بلوچ بھی رہتے ہیں۔ شمالی علاقہ جات میں شین اور بلتی بھی ہیں۔ الغرض یہاں کسی ایک نسل کے لوگ ایسی غالب اکثریت میں نہیں ہیں کہ نسلی قوم پرستی کی بنیاد پر پاکستانیوں کو ایک قوم قرار دیا جائے۔

اسی طرح لسانی قوم پرستی کا معاملہ ہے۔ یہاں پر کوئی ایک زبان نہیں بلکہ کئی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ سب سے قدیم زبان سندھی کو سمجھا جاتا ہے۔ زبان نے تو اس ملک کو دولخت کر دیا۔ یہ بنگلہ نیشنل ازم کا کارگزار ہی تھا جس نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں سب سے مؤثر کردار ادا کیا۔ اگرچہ باقی ماندہ پاکستان میں وہ واحد زبان جو اس کے ہر حصے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے صرف اور صرف اردو ہے، تاہم اس کا عمل دخل اتنا بہرحال نہیں ہے کہ اسے ایک لسانی قومیت کی بنیاد بنایا جا سکے۔ قصہ مختصر یہ کہ ہمارے پاس کل پاکستان اساس پر کسی لسانی قومیت سے پیدا شدہ جذبہ عمل تو درکنار، تا حال قومی زبان کے مسئلے کا حل بھی موجود نہیں ہے۔

جہاں تک وطنی قومیت یا پاکستانی نیشنل ازم کا تعلق ہے، وہ بھی تا حال وجود میں نہیں آ سکی اور نہ قیامت تک آ سکے گی۔ اس کی اولین اور اہم ترین وجہ یہ ہے کہ پاکستان دو قومی نظریہ کی اساس پر وجود میں آیا تھا جو وطنی قومیت کے نظریے کی کامل نفی کی حیثیت رکھتا ہے۔ سادہ سی بات ہے کہ کوئی ملک اگر کسی نظریے کی کامل نفی کر کے قائم ہوا ہو تو پھر وہی نظریہ اس کے استحکام کے لیے جڑ بنیاد کا کام کیسے دے سکے گا۔ تقسیم سے قبل کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت بالکل نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے مابین اختلاف و نزاع کی اصل بنیاد ہی یہ تھی کہ کانگریس مذہب و ملت اور قومیت کو علیحدہ علیحدہ سمجھتی تھی جبکہ مسلم لیگ کا موقف یہ تھا کہ مسلم قومیت کی اساس مذہب اسلام پر ہے۔ کانگریس کے نزدیک ہندوستان میں مذاہب بہت سے تھے لیکن ان سب کے پیروؤں پر مشتمل قوم ایک ہی تھی یعنی انڈین نیشن یا ہندی قوم جبکہ مسلم لیگ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ یہ صورت دوسرے جملہ مذاہب کے ماننے والوں کے لیے قابل قبول ہو تو ہو کم از کم مسلمانوں کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں، اس لیے کہ ان کی قومیت کی اساس مذہب پر ہے، لہٰذا وہ ایک علیحدہ قوم ہیں اور اپنے جداگانہ تشخص کے بقا کی ضمانت کے طور پر علیحدہ ملک کے حقدار ہیں۔ اسی موقف کو قائداعظم نے نہایت شد و مد سے پیش کیا اور اس موضوع پر 115 ارشادات میں انہوں نے مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام، خلافت، سود سے پاک معیشت، شریعت کے مطابق قانون سازی، اسلامی نظام عدل، نبی ﷺ کا قائم کردہ عادلانہ نظام اور اسلام کے اصول حریت و مساوات کو بار بار اپنے خطابات میں مسلم عوام کے سامنے پیش کیا۔ علاوہ ازیں مفکر و مصور پاکستان علامہ محمد اقبال نے واشگاف الفاظ میں وطنی قومیت کے تصور پر کاری ضرب لگائی۔ وہ فرماتے ہیں:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے!

قصہ مختصر۔ وطنی قومیت کا نظریہ تحریک پاکستان کی نفی ہے اور اس کے فروغ سے پاکستان کی جڑیں مزید کھوکھلی تو ہو سکتی ہیں مضبوط نہیں ہو سکتیں۔ دوسری وجہ جو وطنی قومیت کے تصور کو اختیار کرنے میں مانع ہے وہ مسلمان کی طبعی ساخت ہے۔ مسلمان خواہ باعمل (Practicing) ہو، خواہ بے عمل (Non-practicing)، بہرحال اس کے مزاج کی ایک مستقل ساخت اور اس کی طبیعت کی ایک خاص افتاد ہے، جس میں زمین کی پرستش اور 'وطن' کے تقدس کے تصور کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ گویا اس کی شخصیت کا خمیر جس مٹی سے اٹھا ہے، اس میں 'حب وطن' کا مادہ تو ہو سکتا ہے 'وطن پرستی' کا امکان نہیں ہے۔ ہندوؤں کے تصور 'دھرتی ماتا' کے برعکس مسلمانوں کے ہاں زمین کے مقدس یا دیوتا ہونے کا کوئی تصور موجود نہیں ہے بلکہ اس کا مزاج 'آفاقی' ہے اور اس کے جذبات میں گرمی اور احساسات میں ہلچل 'اللہ اکبر' کے نعرے سے ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے 'قید زمینی' کے تصور پر نہایت زوردار تیشہ چلایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی
ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت کی گواہی
گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے!

ضرورت رشتہ

☆لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی دو بیٹیوں عمر بالترتیب 35 سال اور 32 سال، تعلیم ایم ایس سی فائن آرٹس (دونوں) الہدیٰ سے قرآن فہمی کورس، کے لیے دیندار گھرانوں سے پڑھے لکھے، باروزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0300-5238640

☆ملتان میں رہائش پذیر مرد، عمر 41 سال، قد 5.10 اعلیٰ تعلیم یافتہ، پرائیویٹ کمپنی میں ملازم کو دوسری شادی کے لیے دینی مزاج کی حامل خوش خلق اور خوش اخلاق خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-6384836

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆حلقہ کراچی شمالی وسطی کے رفیق جناب سید عشرت حسین وفات پا گئے

☆امیر تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی راحیل محمود بھٹی کے والد وفات پا گئے

☆حلقہ جنوبی پنجاب ناظم دعوت جناب محمد سلیم اختر کی پھوپھی وفات پا گئیں

☆حلقہ کراچی شمالی گلشن اقبال کے نقیب جناب مدثر علی ہاشمی کے بڑے بھائی رحلت فرما گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ماں کا حق

ایک شخص آ کر حضرت عمرؓ سے کہنے لگا میری ماں نے میرے پیشاب دھوئے، میں نے اس کے دھوئے، اس نے میری غلاظت اٹھائی میں نے اس کی اٹھائی، اس نے میرے کپڑے دھوئے، میں نے اس کے دھوئے اس نے مجھے کھلایا، میں نے اسے کھلایا، کیا میں نے ماں کا حق ادا کیا؟ کہا نہیں، نہیں وہ جب تجھے پالتی تھی تو پل پل تیرے لیے زندگی کی دعا کرتی تھی، اور آج جب تو اس کی خدمت کرتا ہے تو ساتھ ساتھ دعائیں بھی کرتا ہے، یا اللہ اسے اٹھا لے میں تھک گیا ہوں تو کیسے وہ حق ادا کر سکتا ہے۔

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے زیرِ اہتمام انسدادِ سود مہم

انسدادِ سود مہم کے تحت رفقاء تنظیم پر مشتمل قافلہ پشاور سے صبح ساڑھے نو بجے روانہ ہوا۔ 44 رفقاء واحباب نے نظم کی پکار پر لبیک کہا۔ راقم الحروف نے مظاہرے کے لیے نکلنے سے پہلے شرکاء کو ہدایات جاری کیں۔ سب سے پہلے کوہاٹ شہر میں مظاہرہ کیا گیا۔ شرکاء نے ہاتھوں میں پلے کارڈز، پول ہینگرز اور بینرز اٹھا رکھے تھے اور بازاروں میں سڑک کے دونوں اطراف پُرامن طریقے سے چلتے رہے۔ ان میں سے کچھ رفقاء دوکانداروں اور راہ گیروں میں پمفلٹس تقسیم کرتے رہے۔ مظاہرے کے دوران ایک موبائل ساؤنڈ سسٹم کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ مظاہرہ تحصیل گیٹ سے شروع ہو کر مین بازار، کنگ گیٹ سے ہوتا ہوا مین کچہری چوک پر پہنچا۔ جہاں پر راقم الحروف نے سود کی شناعت سے آگاہ کرتے ہوئے تنظیم کا تعارف کروایا۔ ہماری اگلی منزل لاچی تھا۔ وہاں پر بھی شرکاء سڑک کے دونوں جانب چلتے رہے۔ لاچی کی مرکزی جامع مسجد میں نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد امام مسجد کی اجازت سے رفیقِ محترم مولانا عبدالرحمٰن نے نمازیوں کو سود کی شناعت و قباحت سے آگاہ کیا اور اس سلسلے میں تنظیم اسلامی کا ساتھ دینے کے لئے کہا۔ نمازیوں کی بڑی تعداد نے توجہ سے سماعت کی اور دلچسپی کا اظہار کیا۔ لاچی میں بھی کچھ ساتھیوں کو پمفلٹس تقسیم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ لاچی کے بعد ہمارا قافلہ کرک کے لیے روانہ ہوا۔ جہاں پر اسی طرح عمل کو دہرایا گیا۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ کچھ احباب نے ہمارا استقبال کیا اور مظاہرے میں شریک رہے۔ مظاہرے کے اختتام پر راقم الحروف اور مولانا عبدالرحمٰن نے خطاب کیا۔ لوگوں کو تنظیم اسلامی کا دست و بازو بننے کے لیے کہا اور اختتامی دعا کی۔ اختتام پر علاقے کے عمائدین اور سماجی کارکنوں سے گفتگو ہوئی اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اس دوران کچھ ساتھیوں نے دوکانداروں اور راہ گیروں میں پمفلٹس تقسیم کیے۔ ظہرانے کے بعد راقم الحروف نے شرکاء سے پروگرام کے مطابق اگلے ہدف بنوں جانے کے لیے رائے طلب کی۔ چونکہ کافی دیر ہو چکی تھی، عصر کا وقت قریب تھا اور طویل سفر کی وجہ سے رفقاء بھی کافی تھک چکے تھے، لیکن اس کے باوجود تمام رفقاء نے بنوں جانے کے لیے حامی بھری۔ بنوں پہنچنے پر کچھ ساتھیوں نے شہر میں بینرز اور پول ہینگرز آویزاں کیئے۔ باقی رفقاء نے مظاہرے کا اہتمام کیا اور سڑک کے دونوں اطراف میں چلتے رہے۔ مظاہرہ چونگی چوک سے شروع ہوا اور کینٹ سے ہوتا ہوا مختلف بازاروں سے گزرا۔ اس دوران نمازِ مغرب کے بعد رفیقِ محترم مولانا عبدالرحمٰن نے نمازیوں کو سود کی شناعت و قباحت سے آگاہ کیا۔ مسجد میں موجود نمازیوں کی بہت بڑی تعداد نے توجہ سے سنا اور دلچسپی کا اظہار کیا۔ کچھ نمازیوں سے گفتگو بھی ہوئی۔ اس دوران نمازیوں میں پمفلٹس بھی تقسیم کیے گئے۔ بعد نمازِ مغرب مظاہرہ شروع ہوا اور مین بازار سے ہوتا ہوا بنوں عجائب گھر پر اختتام پذیر ہوا۔ مظاہرے کے اختتام پر راقم الحروف اور رفیقِ محترم مولانا عبدالرحمٰن نے اختتامی خطاب کیا اور دعا کی۔ واپسی کے سفر میں لاچی کے مقام پر ایک مختصر قیام کے دوران نمازِ عشاء ادا کی گئی۔ رات ایک بجے دفتر حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی (پشاور) پہنچے۔ راقم الحروف نے تمام رفقاء کا شکریہ ادا کیا اور مظاہرے کے کامیاب انعقاد پر ان کو مبارکباد پیش کی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو!

(رپورٹ: محمد شمیم خٹک امیر حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی)

تنظیمی اطلاعات

حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم "کلفٹن" میں محمد طاہر الیاس کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم کلفٹن میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 مارچ 2016ء میں مشورہ کے بعد محمد طاہر الیاس کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب جنوبی کی مقامی تنظیم "وہاڑی" میں ڈاکٹر مظہر الاسلام کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی کی جانب سے مقامی تنظیم وہاڑی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 مارچ 2016ء میں مشورہ کے بعد ڈاکٹر مظہر الاسلام کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب جنوبی کی مقامی تنظیم "گلگشت" میں شکیل اسلم کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم گلگشت میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 مارچ 2016ء میں مشورہ کے بعد شکیل اسلم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"مرکز تنظیم اسلامی حلقہ مالاکنڈ نزد گرڈ اسٹیشن ڈبر (تیمرگرہ) ضلع دیر پائیں" میں

یکم تا 7/اپریل 2016ء

(بروز جمعہ نمازِ عصر تا بروز جمعرات)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0945-601337 / 0346-0513376

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت
(042)36316638-36366638

Islamophobia: Surge in Anti-Muslim Bigotry across Atlantic

Written by: **Shahid Lone**

Islamophobia, as a concept was first flaunted by Runnymede trust report in 1991 and usually ascertained as "mendacious, gratuitous and cockamamie bête noire of Muslims as followers and Islam as monotheistic religion per se" and there is a surge and billow in Islamophobic related incidents worldwide, particularly in Europe and America. Until 9/11, different versions and expressions regarding islamophobia were witnessed across Atlantic, with incommensurable percussion. In simpler terms, Islamophobia in Europe was to a degree normal and systemic. Since there are many constitutional enactments present in Europe to safeguard its savvy wellbeing ploy to demonize ancient culture of Muslims and check the proliferation of Islam in Europe. Numerous anti-Islamic silhouette demanded stiff-necked vivacity adjacent to above outlined looming thunder and even garnered good solidarity support from conscious Europeans. Unfortunately, some sparse crooks propped up, who even made it to the parliaments in Europe, and have anti-Islamic prejudices which they adhered to like a sacred canon cum maxim. Needless to say, paper tiger scholars have been given specific and immense media and academic attention, only to instill doubt-ridden, mythical and bigoted narratives about Islamophobia in academic institutions and state organizations.

Testimonies reveal how gigantic and far-reaching is the trauma of Islamophobia, with ramifications in some cases haunting a lifetime. Thanks to trump's recent execrated and immature speeches in America, debate on Islamophobia in the country has touched new heights. Earlier, sequestered episodes by basal and financially backed entities, crazily championing horror mongering were found involved in these kinds of anti-Muslim chauvinistic incidents and fumed up their bank accounts as well but Pronto, a presidential candidate, has openly decided to give patronage to Islamophobes. A very essential accelerated upward drift has been observed when deliberating upon Islamophobia, ever since Barrack Obama took to office. One such similitude is open debate in parliament on banning Islamic Shariah Law but ruled out with immediate effect by the American apex court. However, given that new presidential elections are ahead in America, islamophobia has entered mainstream politics. Remember Donald trump's speech, wherein he uttered absolute rubbish, although America is considered to be most civilized country on earth, dare you say anything which violates her sanctity then Guantanamo and Abu Graib are waiting, and I quote him "there is no place for any Muslim in my cabinet, Americans stand to have every reason for official forbiddance of mosques, we are at war with Islam".

Across the Atlantic, Muslims have become victims of violence and threats and the social media is buzzed with horrific images and statements. According to CAIR director Ibrahim, "an unprecedented hatred lance is seen against Muslims in America because of statements by rick Santorum, Ben Carson and Donald Trump". On November 19th last year, inner edition of New York city, revealed how a class six student, attacked a female Muslim student, tearing down her headscarf and beating ruthlessly and

Muslim girls) of Texas varsity were harassed and their video flaunted on face book. As a particular ideology following people, Muslims in America and the West, summarize a classical and apt case, to be considered as civil society prisoners, manipulated and subjugated to forcible cantonments, hence violates the very nomenclature and foundation of state and subject. Different studies show how Muslims in the West are treated and are in no way 'equal citizens' albeit citizenship remains temporary with terms, conditions and lacunas. The graph of violence against Islamic institutions and Muslims, shows no marks of receding.

Muslims in the West and particularly in America have been kept under tight surveillance, being spied on, intentionally and institutionally infiltrated and placed under curbs of intense level in academic places. The emotions towards Muslims, quite obviously negative in nature, have varying intensity and different magnitudes, comprising fear, hatred and even disgust. Islamophobia, as treated religious hatred is very much a more waxed and complicated phenomenon. From fear to nationalism, race to politics, all in one form or the other contribute to this menace. Islamophobia is now an important part of American and Western culture and is presumed as a formation based on ideology. Martin Luther King Jr rightly recognized and said "America will be plagued with militarism, materialism and racism" and termed it as "plague of Western civilization".

Political and economic upper class are able and power rests with them, hence can scapegoat anyone (individual or group) and portray them as social enemies and their mouthpieces (media) then plots and writes down the demeaning and scorning script, mentally and physically annihilating that entity. The opinion reflected by media houses are actually the agendas of their bosses. Muslims become like punching bags and are boxed on face and get them surgically plastid, to appear more graceful and if television was to create a story on this face punch, the story would have been as "angelic Westerner was attacked barbarously by some Muslim faces". FBI and police rushed to the sport and are trying to see if there was any terror linkage behind the assault. Pertinently it was also found that attackers were saying Allah o Akbar. Blood stains were visible on face and proper medical facility is being provided, to see no Islamic infectious virus transmits in. Many spine-chilling and unsettled questions engross and bewitch my mind as I see upsurge of Islamophobia in Western world. How division and destabilization on the name of counter-terrorism in America be fitting for Muslims, when only they are targeted? Why camera lights and ink always pours on Muslims, when 90% non-Muslims are directly involved in violent and terrorist operations? But as it dawns on me with utter frozen silence on presidential candidates' speeches from every corner, something is really in the air.

محترم ڈاکٹر صاحبؒ کے شخصی احوال، سوانح اور گراں قدر علمی، دینی و قرآنی خدمات کے تذکرہ پر محیط ایک جامع اور مبسوط دستاویز

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شخصیت اور دینی خدمات

محترمہ رافعة الجبین

کا ایم ایس علومِ اسلامیہ کا 5 ابواب پر مشتمل تحقیقی مقالہ:

- ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی اور ان کا دور
- ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی، تبلیغی اور تنظیمی خدمات
- ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ تفسیر قرآن
- ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفی اور تالیفی خدمات
- ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے افکار اور عصر حاضر

دیدہ زیب ٹائٹل ● امپورٹڈ بک پیپر ● اعلیٰ معیاری طباعت
● صفحات: 320 ● قیمت: صرف 250 روپے

شائع کردہ
مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-35869501
Email: maktaba@tanzeem.org Website: www.tanzeem.org

VOL : 25 **Regd. C.P.L NO. 114** No.12

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore